

قرآن و حدیث کی روشنی
میں کونڈوں کے شرعی جواز پر مدلل تحریر

کونڈے محکم ایک مقصد کے لئے ہیں

مؤلف

مولانا عبدالصطفیٰ محمد مجاہد العطارى القادری

شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلاد شریف

الکتاب پبلشرز
لاہور

قرآن و حدیث کی روشنی میں کوٹہوں کے شرعی جواز پر مدلل تحریر

کوٹہ کی ایک قصہ

ریکھ سنگھ

مؤلف

مولانا عبدالصطفیٰ محمد مجاہد القطارى القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

اکبر پبلشرز

پبلسنگ ہاؤس ۴۰ اردو ہاؤس لاہور Ph: 37352022

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	کونڈے بھی ایک مقصد رکھتے ہیں
موضوع	قرآن و حدیث کی روشنی میں کونڈوں کا شرعی جواز
مؤلف	مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری
صفحات	
تعداد	600
کمپوزنگ	کاشف عباس
اشاعت	مارچ 2012ء
ناشر	اکبر بک سیلرز لاہور
قیمت	180/- روپے

ملنے کے پتے

☆ اکبر بک سیلرز زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ فیضان سنت اندرون بوٹر گیٹ ملتان

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۰ حج (2)	۷	تقریظ
۳۰ دنیاوی چیزیں	۸	سبب تالیف
 حضرت امام جعفر صادق <small>رضی اللہ عنہ</small> کا اسم گرامی	۱۱	شرف انتساب
۳۲ نسب	۱۱	کتاب کا آغاز
۳۲ کرامات	۱۲	حمد باری تعالیٰ عزوجل
۳۲ انتقال	۱۳	نعت شریف
۳۲ اولاد و امجاد	۱۳	کونڈے بھی ایک مقصد رکھتے ہیں
۳۳ صاحبزادے	۱۳	درویش شریف کی فضیلت
 حضرت امام جعفر صادق <small>رضی اللہ عنہ</small> کو ایصالِ ثواب	۱۸	بدعت کے شرعی معنی
۳۵ کرنا	۲۲	بدعت عملی کی اقسام
۳۶ قرآن مجید سے دلائل	۲۶	(1) بدعت مستحبہ
۵۰ فائدہ	۲۷	(4) اصول حدیث
۵۱ دعا کی تحقیق	۲۷	(5) فقہ
۵۱ دعا کا حکم اور دعا چھوڑنے سے ممانعت	۲۷	(6) اصول فقہ و علم الکلام
۵۵ دعا افضل ہے یا خاموشی	۲۷	(7) نماز
۵۷ اللہ تعالیٰ ضامن دعا ہے	۲۸	(8) روزہ
 حضور <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا حضرت خدیجہ اللہبریٰ کو	۲۸	(9) زکوٰۃ
۵۸ ایصالِ ثواب کرنا	۲۸	(10) بدعت واجبہ
۵۸ فائدہ	۲۹	(11) بدعت مکروہہ
 حضور <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا اپنے صحابی کی والدہ کے لئے	۲۹	(12) بدعت حرام
۵۹ ایصالِ ثواب پر گواہ بننا	۳۰	(1) ایمان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۹	(2) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ	۵۹	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کو گواہ بنانا
۷۰	(3) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ	۶۰	حضور ﷺ کا والدین کے ایصالِ ثواب کیلئے وصیت کرنا
۷۰	(4) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا عقیدہ	۶۰	حضور ﷺ کا فرمانا کہ مرنے والا دعا کی انتظار میں رہتا ہے
۷۰	(5) امام ابن ہمام کمال الدین علیہ الرحمہ کا عقیدہ	۶۱	حضور ﷺ کا فرمانا کہ اعمالِ ثلاثہ کا ثواب ہمیشہ جاری رہتا ہے
۷۰	(6) زین الدین نجیم مصری علیہ الرحمہ کا عقیدہ	۶۲	فائدہ
۷۱	(7) ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا عقیدہ	۶۳	(1) صدقہ جاریہ
۷۲	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عقیدہ	۶۳	(2) علم نافع
۷۲	حضرت مجدد الف ثانی کا اپنا طریقہ	۶۳	(3) نیک اولاد
۷۲	ایصالِ ثواب	۶۳	حضور ﷺ کا فرمانا کہ دعا بلندی درجات کا سبب ہے
۷۳	سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ	۶۳	فائدہ
۷۳	علماء غیر مقلدین کے عقائد	۶۳	حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت جب اٹھے گی تو بوجہ ایصالِ ثواب گناہوں سے پاک ہوگی
۷۳	علامہ ابن القیم کا عقیدہ	۶۳	مومن و مسلم کو ثواب پہنچتا ہے
۷۵	فائدہ	۶۳	حضرت جبرئیل علیہ السلام کا طشتری میں صدقہ و خیرات مرنے والے کو پیش کرنا
۷۵	نواب صدیق حسن بھوپالی کا عقیدہ	۶۴	فائدہ
۷۶	دیوبندی علماء کے عقائد	۶۴	پانی کے ذریعے ایصالِ ثواب
۷۶	مولوی اسماعیل دہلوی کا عقیدہ	۶۴	فائدہ
۷۷	حاجی امداد اللہ مہاجر تکی علیہ الرحمہ کا عقیدہ	۶۸	نیز لکھتے ہیں
۷۷	ابوالاعلیٰ مودودی کا عقیدہ	۶۸	کمالات اشرفیہ میں ہے
۷۷	محمد یوسف اصلاحی دیوبندی کا عقیدہ	۶۹	(1) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ
۷۹	مولوی اشرف علی تھانوی کا عقیدہ		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۹	حضور سنیؐ کا فرمان کہ میرے صحابہ کو برا	۷۹	فائدہ نمبر 1
۹۲	نہ کہو	۸۰	فائدہ نمبر 2
۹۳	حضور سنیؐ کا لعنت فرمانا	۸۰	فائدہ نمبر 3
	حضور سنیؐ کا فرمانا جس نے صحابہ کرام	۸۱	22 رجب کے کوئٹے
	کی بدگوئی کی اللہ تعالیٰ اس کے فرض و نفل	۸۱	دلیل
۹۳	قبول نہیں فرمائے گا	۸۳	نکتہ
	حضور سنیؐ کا فرمانا کہ صحابہ کرام کی بدگوئی	۸۳	کوئٹوں کی تاریخ تخصیص کرنے کی وجہ
۹۲	کرنے والے پر	۸۵	سنی اپنی دلیل میں سچے ہیں
	فرشتوں، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت		مشاق اولیاء اللہ کا کوئٹے کے بارے
۹۲	ہے	۸۶	میں عقیدہ اور جواز
۹۵	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام		حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی
	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت	۸۶	علیہ الرحمہ کا عقیدہ
۹۵	جبریل علیہ السلام کا وقت لانا		مفتی اہل سنت خلیل العلماء علیہ الرحمہ
	حضور سنیؐ کا حضرت امیر معاویہ کو پہلے	۸۶	کا عقیدہ
۹۶	سے حاکم بننے کی بشارت دینا		فاضل اہل سنت شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ
	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سبب سے لوگوں	۸۶	اعظمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ
۹۶	کو ہدایت پہنچانا	۸۶	مخدوم اہل سنت علامہ ابو داؤد کا عقیدہ
	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضور سنیؐ		کیا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات
۹۷	سے مشابہ نماز	۸۷	22 رجب کو ہے؟
	کوئٹوں میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۸۸	کیا کوئٹے شیعہ کی مشابہت ہیں
۹۸	کی منت ماننا کیسا؟	۸۸	جواب
۹۸	جواب		کیا شیعہ کوئٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
۹۹	کیا کوئٹوں کی رسم شیعہ نے ایجاد کی ہے	۹۰	کی وفات کی خوشی میں کرتے ہیں؟
۹۹	اصل کہاں سے شروع ہے		حضور سنیؐ کا فرمان جس نے صحابہ کرام
۹۹	جواب	۹۳	سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا

صفحہ	عنوان	صفحہ
	کیا تم اولیاء اللہ کو زندہ سمجھ کر کونڈے کرتے ہو، کہاں سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں.....	۱۰۲
	کیا تمہارے پاس امام جعفر صادق کی روح آتی ہے کہ میرے نام سے کونڈے کر دو؟	۱۱۳
	بعض لوگ امام جعفر صادق <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مزار پر شمعیں روشن کرتے ہیں۔ یہ شمعیں روشن کرنا کہاں سے ثابت ہے.....	۱۱۸
	حضرت امام جعفر صادق <small>رضی اللہ عنہ</small> کو وسیلہ بنا کر بعض لوگ کونڈے کر کے استعانت مانگتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟	۱۳۶
	کیا زیارت قبور کے لئے جانا کفر و شرک ہے.....	۱۸۳
	اور جو حضرت امام جعفر صادق <small>رضی اللہ عنہ</small> کی قبر پر چلا جائے کیا اس نے بھی کفر و شرک کیا؟	۱۸۳
	فوائد.....	۱۹۰
	اعتراض.....	۲۱۶
	جواب.....	۲۱۶
	اہم نکتہ.....	۲۲۱
	آخری التجاء اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں.....	۲۲۲

تقریظ

پاسبان مسلک رضا، استاذ العلماء حضرت علامہ
مولانا مفتی غلام مصطفیٰ رضوی دامت برکاتہ اللہ۔ جامعہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا اور ان کے ایام وصال کے موقع پر صدقات و خیرات کے ذریعے مساکین و غرباء کی امداد کرنا یہ عمل مسلسل خلف و سلف سے جاری ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن بعض لوگ اس کا خیر کو بدعت و ناجائز کہتے ہیں۔ اس لئے مختلف ادوار میں علماء کرام ایسے منکرین کے رد میں دلائل قاہرہ اور براہین ساطعہ سے کام لیتے ہوئے ملت اسلامیہ کی رہنمائی و راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ پاک و ہند میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے کوٹھوں کی صورت میں خیرات کی جاتی ہے جو جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ ہر طرح کی غیر شرعی امور سے مبرا ہو لیکن معترضین اس رسم پر بھی شدید اعتراضات کرتے ہیں۔ اس لئے ممتاز عالم دین مولانا محمد مجاہد عطاری سلمہ نے مدلل طریقے سے ایصالِ ثواب پر ایک مبسوط عقائد سپرد قلم کیا ہے۔ اس کتابچے کو میں نے بعض مقامات سے پڑھا ہے۔ مولانا کی یہ کاوش بلاشبہ قابل تحسین ہے اور ایصالِ ثواب کے موضوع پر خاطر خواہ دستاویز ہے جس سے عوام و خواص کو فائدہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی خدمت کو قبول فرمائے اور اہل اسلام و خواص کے لئے مشعل راہ بنائے۔

والسلام مفتی غلام مصطفیٰ رضوی جامعہ انوار العلوم ملتان

22 مئی 2011ء بروز اتوار

18 جمادی الاخریٰ 1432ھ

سبب تالیف

Cause of Writing

عصر حاضر میں گستاخ اپنی گستاخی پر عار محسوس نہیں کر رہے بلکہ ان کے اندر شیطانیت کی ایسی ہوس بندھی ہوئی ہے کہ آئے دن کسی نہ کسی گستاخی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ ان کی یہ گستاخیاں ایک عاشق رسول و سگ مدینہ سے نہیں دیکھی جاتیں۔ جس کو بھی دیکھو قرآن سنا سنا کر اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔

مکارِ قاتل (Assassin) بھی اپنے آپ کو علامہ زماں سمجھ کر اکابرین اسلام بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ذات و بابرکات پر بھی طعن دراز کرنے سے نہیں چوکتا اور اپنے مقصد کے لئے قرآن کریم ہی کو پیش کر کے سارے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہے اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں بے دینی پھیلا رہا ہے۔ یہی وہی زمانہ ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے لئے اس وقت زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس زمانے میں دین سلامت لے گیا۔ (حدیث)

تعجب (Astonishment) ہے مجھے ان گستاخوں پر جن کو احادیث مبارکہ بھی نظر نہیں آتیں جن میں ایصالِ ثواب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ یہ لوگ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں کہ ہم قرآن و سنت کو عام کر رہے ہیں۔ ارے میں کہتا ہوں یہ عام نہیں کر رہے بلکہ قرآن و سنت کو بدنام کر رہے ہیں۔ اپنی خواہشات کو مد نظر رکھ کر قرآن و احادیث میں غلط ترجمے کر کے مسلمانوں میں نفرتیں بٹھا رہے ہیں۔ اور ان کو ہدایت والے راستے سے دور کر رہے ہیں۔ بھلا یہ کون سا طریقہ یا قانون ہے

کہ جس میں فاتحہ خوانی (Commemoration) کو ناجائز قرار دیا جائے۔ میرا دل اسی وجہ سے ٹڑھتا تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ منع کیا نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو منع کیا مگر یہ لوگ ناجائز کے فتوے لگا کر مسلمانوں کو اس عظیم ثواب سے محروم کرنے میں کوشاں ہیں اور جو لوگ کہ مسلمانوں کو فتنوں میں پڑتے ہوئے دیکھ رہے ہیں کہ وہ لوگ بد مذہبوں اور مردوں کے یہاں شادی بیاہ کر کے گمراہ اور مرتد ہو رہے ہیں اور اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخ بن رہے ہیں۔ مگر وہ لوگ قدرت کے باوجود، عوام میں مقبولیت حاصل کرنے، زیادہ سے زیادہ آمدنی ہونے یا کسی مفاد کے پیش نظر خاموش رہتے ہیں اور ایسی زبردست برائی کہ جس سے لوگ کفر و ارتداد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ منع نہیں کرتے اور وہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر نہیں ہیں۔ جیسا کہ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث شریف مروی ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

”لیس منا من لم یرحم صغیر ناولم یوقر کبیرنا و یامر

بالمعروف و بینہ عن المنکر“ (مشکوٰۃ: 423)

”جو مسلمان ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے، ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اچھی بات کا حکم نہ دے اور بری بات سے نہ روکے وہ ہمارے راستے پر نہیں۔“

ایسے لوگ نائب رسول نہیں صرف نام کے عالم ہیں۔ اس لئے کہ رسول لوگوں کو گمراہی و بد مذہبی سے بچانے اور ان کو صحیح راستہ پر چلانے کی فکر میں دن رات لگا رہتا ہے لہذا جو عالم ان کے نقش قدم پر چلے اور ان کا راستہ اختیار کرے وہی نائب رسول ہے ورنہ دنیا کمانے کے لئے، وہ صرف نام کا عالم ہے۔

مسلمانو!

میں نے اس قدر فکر کو لے کر آج اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے کہ ایساں ثواب تو

شرفِ انتساب

میں اپنی اس اونٹنی محنت (Abject Industry) کو اپنے والدین و اساتذہ کرام و پیچ و مرشد و بھائیوں و تمام امت مسلمہ اور خصوصاً بالخصوص پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا خواجہ محمد اشرف چشتی، صاحبزادہ حضرت علامہ مولانا خواجہ محمد حنیف چشتی علیہم الرحمہ آستانہ عالیہ چشتیہ جھلا رشریف والے کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ میرے والدین کی شفقت و دعا و اساتذہ کرام کی محنت و پیرو مرشد کی نظر کرم نے میری دنیا بدل دی اور مجھے گستاخان رسول کی گمراہیوں کے دلدل میں بے دین ہونے سے بچا کر ایمان کی لازوال دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کا سایہ میرے سر پر تا دائم و قائم رکھے اور ہم تمام کی بے حساب مغفرت و ایمان پر غائمہ و قبر و حشر میں بیٹھے بیٹھے آقا بیکسوں کے مددگار و یار مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و جنت الفردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کا پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

دعا گو!

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری القادری

شاہ جمال

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلا رشریف

کتاب کا آغاز

19 ربیع الثانی 1432ھ بمطابق 24 مارچ 2011ء

روز جمعرات نماز فجر کے وظائف کے بعد کیا۔

حمد باری تعالیٰ عزوجل

اللہ کی ہے شان بڑی
جس پہ قربان ہے خلقت ساری

پتا پتا ہے کرتا حمد تیری
بوٹا بوٹا ہے گیت گاتا تیری

پھول کلیوں میں صنعت تیری
آتی ہے اس سے خوشبو پیاری

یہ جو پرندوں کی چہچہی
ہر وقت ہیں محو ثناء تیری

ہر ہر انسان کی مختلف شکل بنائی
اسی سے ظاہر ہوتی ہے تیری خدائی

مجاہد ہے تیری بارگاہ میں بھکاری
ہو قیامت میں شفاعت مصطفیٰ ﷺ میری

نعت شریف

میرے سرکار کے جیسا نہیں کوئی نہیں کوئی
 پڑے جب کوئی مشکل تو سنتے ہیں وہ سنتے ہیں
 جو کوئی مانگتا ہے تو ہیں جھولیاں بھر دیتے
 میرے آقا سے بڑھ کر سخی نہیں کوئی نہیں کوئی
 جو کوئی دیکھے سبز گنبد کو تو ہو جاتا ہے دیوانہ
 یہی چمک مدینے کے سوا نہیں کوئی نہیں کوئی
 کرم ہو تو ایسا ہو ابویوب کے جیسا
 ایسی قسمت بھی کسی میں نہیں کوئی نہیں کوئی
 اگر وہ چاہیں بلوائیں سبھی کو مدینے میں
 کسی کا بلوانا ایسا نہیں کوئی نہیں کوئی
 اگر ہو کوئی غمزدہ تو غم سے چھڑاتے ہیں
 ہے غموں کو چھڑانے والا ایسا نہیں کوئی نہیں کوئی
 محشر میں ساری دنیا پھرتی ہو گی پریشاں
 دامن میں چھپانے والا نہیں ایسا نہیں کوئی
 اے موت اب تو چل گنبد خنجرئی کے سائے میں
 مزا ایسی موت کے سوا نہیں کوئی نہیں کوئی
 مجاہد کی یہ خواہش ہے مدینے بلا لیجئے
 مدینے کے سوا خواہش نہیں کوئی نہیں کوئی

کوٹھے بھی ایک مقصد رکھتے ہیں

الحمد لله الواحد الاحد الفرد الصمد الذي ليس له صاحبة
ولا ولد لم يلد ولم يولد ولم يكن كفواً احد ف سبحانه من اله
جل وتتره عن التثليث و تقدس عن الشريك و عن شوائب
التلويث والصلاة و السلام على سيدنا محمد الصادق الامين
وخاتم الانبياء و المرسلين و على آله السادة الابرار و صحبة
العدول الثقات الاخيار.

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم.

بسم الله الرحمن الرحيم.

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وعلى آلك و اصحابك يا حبيب الله صلى الله عليه وآله وسلم
الصلوة والسلام عليك يا نبي الله صلى الله عليه وآله وسلم
وعلى آلك و اصحابك يا نور الله صلى الله عليه وآله وسلم

درود شریف کی فضیلت:

اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب و صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

تقرب نشان ہے۔

”بے شک بروز قیامت لوگوں میں سے میرے نزدیک تر وہ ہوگا جو مجھ پر

سب سے زیادہ دورود بھیجے۔“ (تذکرہ ص 27)

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر عظیم احسان ہے۔ نئے ایمان جیسی لازوال دولت نصیب فرمائی۔ پھر اس کے بعد علم کی لازوال دولت عطا فرمائی اور احسانات میں سے یہ بھی احسان ہے کہ مجھے اس رسالے پر تحقیق (Research) کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

مجھ پر لازمی تھا کہ اصلاح فرمانے والے کی حیثیت سے یہ فریضہ سرانجام دوں۔ کیونکہ یہ موضوع اختلافی ہے اور گستاخوں کی گستاخیوں میں سے ایک گستاخی ہے اور میرا قلم ان پر پھانسی ہے اور میں عاشقانِ رسول کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ کونڈے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور گستاخوں نے اس کی رٹ لگائی ہوئی ہے کہ یہ ناجائز و حرام ہیں آج تک کسی شخص نے نہیں کئے لیکن سنی حضرات ہر اس طرح والے معاملے میں آگے ہیں۔

سب سے پہلے بات تو یہ ہے کہ کونڈے کہتے کس کو ہیں؟ دراصل کونڈے ایک ایصالِ ثواب کرنے کا دوسرا نام ہے اور ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے جو کہ اہل سنت ثابت ہے۔

اہل سنت و جماعت بریلوی ایصالِ ثواب ایک تو اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ و عقیدہ ہے چونکہ بزرگانِ دین علیہم الرحمہ کا اس پر عمل تھا اس لئے وہ اپنے بزرگوں کے طریقے پر عمل کرتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھی سنت ہے جو کہ میں آگے جا کر اس کی پوری تفصیل ذکر کرتا ہوں۔ لیکن کونڈوں کا جو رواج ہے یا طریقہ ہے اس کو اہل سنت و الجماعت بریلوی حضرات کرتے ہیں۔ اور وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی یاد میں کرتے ہیں۔

پاکستان کے اکثر علاقوں میں اس کا ایک طریقہ کار (Procedure) ہے ہر سال رجب شریف کی 22 بائیس شب کو بوقت سحری ایک مخصوص مقدار میں عورتیں با وضو ہو کر حلوہ پوریاں تیار کر کے مٹی سے برتنوں میں رکھ دیتی ہیں پھر اس جگہ پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ جس کا ثواب حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ہدیہ کیا جاتا

ہے اور بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اور ہر مسلمان اس بات کو تو خوب جانتا ہے کہ ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اور ہر جائز طریقے پر کیا جاسکتا ہے خواہ وہ بدنی عبادت ہو یا مالی عبادت ہو، مالی طریقے پر ایصالِ ثواب کے لئے کھانا کھلائیں یا پانی پلائیں یا شربت یا کنواں اُھدوائیں یا تل لکوائیں سب طریقے جائز ہیں۔ اسی طرح کوئٹے بھی جائز ہیں۔ جو لوگ کوئٹے کو صرف اس وجہ سے بدعت و ناجائز کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں موجود نہ تھے۔ مسلمانوں پر بڑا ظلم کرتے ہیں یہ تمام طور طریقے غلط ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسلمانو! یاد رکھیں کسی چیز کو اپنی طرف سے ناجائز کہنا درست نہیں۔ ان کی یہ صرف کم فہمی ہی نہیں بلکہ خباثت (Feculency) ہے۔ افسوس صد افسوس ہے ان گستاخوں پر کہ کسی چیز کو ناجائز کہنے کے لئے اتنی بات کافی نہیں کہ یہ اس دور میں نہ تھے بلکہ قرآن و حدیث سے خاص اس چیز کے بارے میں ممانعت ثابت کرنی ہوگی جس چیز کے بارے میں شریعت نے کچھ کہا وہ شرعاً جائز ہے۔ اور اگر مسلمان اسے اچھا خیال کرتے ہیں تو وہ اچھی ہے حدیث شریف ہے کہ

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔“

(بحوالہ مرقاۃ باب الاعتصام)

”نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو کوئی اسلام میں اچھا طور طریقے نکالے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کو بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔“

(مشکوٰۃ: باب العلم)

تو معلوم ہوا کہ سنیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ پہلے ہی بتا دیا اور سمجھا دیا کہ ایسے کام کر جانا کہ بعد میں بھی تمہیں اس کا اجر ملتا رہے اور چونکہ گستاخوں کو ثواب کی

ویسے ضرورت نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ شیطان کے چیلے ہیں اور انہی کے ساتھ جو رہنا ہے، اسی لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ گستاخ بدعت کہتے ہیں تو ان کو چاہئے پہلے دل میں عشق رسول لے کر آئیں پھر بدعت کے نعرے لگائیں لیکن یہ گستاخیاں یہ بدعات کہنا ان کے اپنے خلاف ہے، بدعت کی تعریف آتی نہیں ہے بدعت کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ میں بدعت کی تعریف اور تفصیل کا ذکر کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

بدعت کی تعریف میں حکیم الامت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اپنی کتاب جاء الحق میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

”قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ“ (احقاف 9)

”فرمادو میں نیا رسول نہیں ہوں۔“

مزید فرمایا گیا

”بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط“ (البقرہ 117)

”آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے۔“

ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایجاد کرنا نیا بنانا وغیرہ،

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنتہ میں ہے۔

”قال النووی البدعة کل شیء عبل علی غیر مثال سبق“

”جو بغیر نثری مثال کے کیا جائے۔ بدعت وہ کام ہے۔“

اب بدعت تین کام میں استعمال ہوتا ہے۔ نیا کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

ایجاد ہوا، خلاف سنت کام جو دافع سنت ہو، برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے پہلے معنی

سے بدعت کی دو اقسام پر ہے۔

(1) بدعت حسنہ (2) بدعت سیئہ

دوسرے دو معنی سے ہر بدعت سیئہ ہی ہے جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔

لہذا احادیث واقوال علماء آپس میں متعارض نہیں۔

بدعت کے شرعی معنی:

وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی۔

(1) بدعت اعتقادی (2) بدعت عملی

بدعت اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے۔ عیسائی، یہودی، مجوسی اور مشرکین کے عقائد بدعت اعتقادی نہیں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں موجود تھے۔ نیز ان عقائد کو عیسائی وغیرہ بھی اسلامی عقائد نہیں کہتے اور جبریہ، قدریہ مرجیہ، پھڑالوی، غیر مقلد، دیوبندی عقائد بدعت اعتقادی یہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب بعد میں بنے اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں مثلاً دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے جاہل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں بیل، گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ یہ گستاخانہ عقیدے بارہویں صدی کی پیداوار ہیں۔

بدعت حسنہ کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

”وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً
بِابْتِدَاعِهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهَا إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ“

(الحمد: 27)

”اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال اور لذت سے کنارہ کشی کی تو انہوں نے خود اپنی نئی بات نکال لی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر انہوں نے اپنے خیال میں خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ ہی ایسا کر لیا تھا۔“

پھر فرمایا۔

”قَاتِلْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ“ (الحید 27)

”پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدنیا ہو جانا ایجاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا۔ ہاں جو اسے نبھانہ سکے ان پر عتاب آیا فرمایا گیا۔

”فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا“

”دیکھو ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نہ نبھانے پر۔“

معلوم ہوا بدعت حسنہ اچھی چیز ہے اور باعث ثواب۔ مگر اس پر پابندی نہ کرنا برا۔

”خیر الامور اوومها“

مشکوٰۃ باب الاعتصام کی پہلی حدیث ہے کہ

”من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہورد“

”جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف

ہوں وہ مردود ہیں۔“

ہم نے ما کے معنی عقیدے اس لئے کئے کہ دین عقائد ہی کا نام ہے۔ اعمال فروع میں بے نمازی گناہ گار ہے۔ بے دین یا کافر نہیں۔ بداعتقاد یا تو گمراہ ہے یا کافر ہے اس کے ماتحت مرقات میں ہے۔

”والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا فہو مردود علیہ“

اقول فی وصف هذا الامر اشارة الى امر الاسلام كمل
 معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ دین سے نہیں وہ اس پر رو ہے میں
 کہتا ہوں کہ ہذا الامر کے وصف میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام کا معاملہ مکمل ہو چکا،
 ثابت ہو (Come to light) کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔

اسی مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر میں ہے کہ
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو
 فرمایا:

”بلغنی انه قد احدث فان كان احدث فلا تقرئه منی
 السلام“

”مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو اس کو میرا سلام نہ کہنا“
 بدعتی کیسے ہوا؟ فرماتے ہیں۔

”يقول يكون في امتی خسف و مسخ او قذف فی اهل القدر“
 ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین میں
 دھنسا، صورت بدلنا یا پتھر برسنا ہو گا قدریوں لوگوں میں۔“
 معلوم ہوا کہ وہ قدریہ یعنی تقدیر کا منکر ہو گیا تھا۔ اس کو بدعتی فرمایا۔ در مختار کتاب
 الصلوٰۃ باب الامت میں ہے۔

”و مبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن
 الرسول“

”بدعتی امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد
 رکھتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف ہیں۔“
 ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بدعت نئے اور برے عقائد کو بھی کہتے ہیں اور بدعتی
 اور بدعت پر جو سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان سے مراد بدعت اعتقاد یہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد کی۔ یعنی بدعت اعتقاد یہ والے کی۔

اور انہیں گستاخوں کے بڑے لکھتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ میں جلد اول کتاب البدعات صفحہ 90 میں ہے۔ جس بدعت میں ایسی شدید وعید ہے وہ بدعت فی العقائد ہے جیسا کہ روافض خوارج کی بدعت ہے۔

بدعت عملی ہر وہ کام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہو یا اس کے بعد ہو۔

مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

”وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول اللہ علیہ السلام“

”بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ ہو۔“

اشعة اللمعات یہ ہی باب ”بدانکہ ہر چیز پیدا شدہ بعد از پیغمبر علیہ السلام بدعت است“

”جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع ہوا ہو وہ بدعت ہے۔“

ان دونوں عبارتوں میں نہ تو دینی کام کی قید ہے نہ زمانہ صحابہ کا لحاظ جو کام بھی ہو وہ دینی ہو یا دنیاوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب بھی ہو خواہ زمانہ صحابہ میں یا اس کے بعد وہ بدعت ہے ہاں عرف عام میں ایجادات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سنت صحابہ کہتے ہیں بدعت نہیں بولتے یہ عرف ہے ورنہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا ”نعمۃ البدعۃ ہذہ“ یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

گستاخوں کو چاہئے کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور اپنے ان گستاخوں کو بھی منع

(Interdict) کر دیں جو تراویح کی باقاعدہ جماعت کرواتے ہیں اگر تم صرف بدعت بدعت کے فتوے لگاتے ہو تو جاؤ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام پر لگاؤ کیونکہ تمہیں تو صرف بدعت کے فتوے لگانا آتے ہیں بدعتوں کی اقسام کا تو پتہ نہیں ہے۔

اب میں بدعت عملی کی اقسام عرض کرتا ہوں۔

بدعت عملی کی اقسام:

بدعت عملی کی دو اقسام ہیں۔

(1) بدعت حسنہ (2) بدعت سیئہ

بدعت حسنہ وہ نیا کام ہے جو کہ کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد، ایصال ثواب اور دینی مدارس اور نئے نئے عمدہ کھانے اور پریس میں قرآن و دینی کتب کا چھپوانا اور بدعت سیئہ وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو۔ جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ و عیدین پڑھنا یا کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا پڑھانا کہ اس میں سنت خطبہ یعنی عربی میں ہونا اور تبلیغ تکبیر کی سنت اٹھ جاتی ہے۔ یعنی بذریعہ مکبرین کے آواز پہنچانا بدعت حسنہ جائز بلکہ بعض وقت مستحب اور واجب بھی ہے اور بدعت سیئہ مکروہ تنزیہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی بہت اہم دلائل ملاحظہ ہوں اشعة اللمعات جلد اول باب الاعتصام زیر حدیث وکل بدعة ضلالتہ ہے۔

”و آنچه موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شدہ است آن

را بدعت حسنہ گویند و آنچه مخالف آن باشد باعث ضلالت گویند“

”جو بدعت کہ اصول اور قوانین اور سنت کے موافق ہے اور اس سے قیاس

کی ہوئی ہے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے اس کو

بدعت گمراہی کہتے ہیں۔“

مشکوٰۃ باب العلم میں ہے۔

”من سن فی الاسلام حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعليه و زرہا ووزر من عمل بها من غیر ان ینقص من اوزارہم شیء“

”جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔“

معلوم ہوا کہ اسلام میں فکر مندرہ کر کار خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور برے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

شامی کے مقدمہ میں فضائل امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”قال العلماء هذه احادیث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شیئا من الشر كان علیه مثل وزر من اقتدی به فی ذلك و كل من ابتدع شیئا من الخیر كان له مثل اجر كل من یعمل الی یوم القیامة“

علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر اس کا ساری پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اچھی بدعت ثواب ہے اور بری بدعت گناہ۔

بری بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو اس کی بھی دلیل ملاحظہ ہو۔

مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

”من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہورد“

”جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“

دین سے نہیں ہے کہ معنی یہ ہے کہ دین کے خلاف ہے۔

تو گستاخ اگر تمام چیزوں کو بدعت کہیں تو یہ خود بھی بدعت ہیں کیونکہ یہ تو خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھے تو معلوم ہوا کہ جو برا کام ہوگا وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی برا ہوگا اور جو اچھا کام ہوگا وہ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی اچھا ہوگا۔

مشکوٰۃ باب الاعتصام تیسری فصل میں ہے۔

”ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من اسنة فتسك بسنة

خير من احدث بدعة“

”کوئی قوم بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اتنی سنت اٹھ جاتی ہیں۔ لہذا سنت کو لینا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔“

بدعت حسنہ تین طرح کی ہیں۔

(1) بدعت جائز (2) بدعت مستحب (3) بدعت واجب

اور بدعت سیئہ دو طرح کی ہیں۔

(1) بدعت مکروہ (2) بدعت حرام

اس تقسیم کی دلیل ملاحظہ ہو۔ مرقات باب الاعتصام بالکتاب والسنة میں ہے۔

”البدعة اما واجبة كتعلم النحو تدوين اصول الفقه و اما

محرمة كمنهه الجبرية و اما مندوبة كا حداث الروابط

و المدارس و كل احسان لم يعهد في الصدر الاول و كا

التراويح اى با الجماعة و اما مكروهة كزخرفة المساجد

اما مباحة كا النصافحة عقيب الصبح و التوسم بلذيدا

الماكل والمشارب“

بدعت یا تو واجب جیسے کہ علم نحو پڑھنا اور اصول فقہ کا جمع کرنا اور یا حرام ہے جیسے کہ جبر یہ کا مذہب اور بامستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور دینی مدارس بنانا اور وہ اچھی بات جو پہلے زمانہ میں نہ تھی جیسے عام جماعت سے نماز پڑھنا اور یا مکروہ ہے جسے مساجد کو فخریہ زینت دینا اور یا جائز ہے جیسے فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔“
اور شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں ہے۔

”ای صاحب بدعة محرمة والافقد تكون واجبة كنصب الادلة وتعلم النحو و مندوبة کا حدیث نحو رباط و مدرسة و كل احسان لم یکن فی الصدر الاول مکروهة کزخرفة المساجد و مباحة کالتوسع بلذیذ الماکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر“

”یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانے میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے مساجد کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے“
مسلمانو!

ان عبارات سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی ظاہر ہوئیں لہذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ و اصول فقہ یا قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدارس میں تعلیم (Education) کے درس وغیرہ بنانا۔

اب ان کی پہچان کیسے کی جائے گی ملاحظہ ہوں۔
پانچ اقسام ہیں جن کی علامتیں درج ذیل ہیں۔

(1) بدعت مستحبہ:

ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اس کو عام مسلمان کا رثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو اس نیت سے کرے جیسے محفل میلاد شریف و فاتحہ بزرگان دین علیہم الرحمہ کہ عام مسلمان اس کو کارثواب جانتے ہیں اس کو کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا گناہ گار نہ ہوگا۔ اب یہاں سے معلوم ہوا کہ گستاخ صرف ضدی نہیں بلکہ بزرگوں کو ایصال ثواب کرنا یا نذرانہ عقیدت بھیجنا ان کے لئے تکلیف دہ ہے۔

لہذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا جائز ہوا۔
مرقات باب اعتصام میں ہے۔

”وروی عن ابن مسعود مارأه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن و فی حدیث مرفوع و لا تجتمع امتی علی الضلالة“
”حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔“

مشکوٰۃ شریف کے شروع میں ہے۔

”انما الاعمال بالنیات و اما لامرء ما نوى“
”اعمال کا دار و مدار نیت سے ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جو نیت

کرتے

دیکھو!

(i) ہر مسلمان چھ کلمے یاد کرتا ہے یہ چھ کلمے ان کی تعداد کی ترتیب کہ یہ پہلا کلمہ ہے۔ یہ دوسرا اور ان کے یہ نام ہیں یہ سب بدعت ہیں جن کا قرون ثلاثہ میں کوئی پتہ

عیاں (evident) بھی نہ تھا۔

(ii) قرآن پاک کے تیس پارے بنانا۔ ان میں رکوع قائم کرنا۔ اس پر اعراب لگانا اس کی سنہری رو پہلی جلدیں تیار کرنا قرآن کو بلاک وغیرہ بنا کر چھاپنا سب بدعت ہیں جن کا قرون ثلاثہ میں پتہ بھی نہ تھا اور قرآن کا اردو میں ترجمہ کرنا بھی بدعت ہے۔

(iii) حدیث شریف کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی اسناد بیان کرنا، اسناد پر جرح کرنا اور حدیث کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن، یہ ضعیف، یہ معطل، یہ بدلس ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اول نمبر صحیح ہے دوم نمبر حسن، سوم نمبر ضعیف۔ پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام و حلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی اور فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوگی غرضیکہ سارا فن حدیث ایسی بدعت ہے جن کا قرآن ثلاثہ میں نام و نشان بھی نہ تھا۔

(4) اصول حدیث:

یہ فن بالکل بدعت بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے اس کے سارے قاعدے قانون بدعت ہیں۔

(5) فقہ:

اس پر آج کل دین کا دار و مدار ہے۔ مگر یہ بھی اول تا آخر بدعت ہے جبکہ گستاخ بھی مجموعی طور پر اس کا سہارا لیتے ہیں۔ اور اس فقہ کا قرون ثلاثہ میں ذکر نہیں۔

(6) اصول فقہ و علم الکلام:

یہ علم بھی بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے۔ ان کے قواعد و ضوابط سب بدعت ہیں۔

(7) نماز:

نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت، جس کا ثبوت قرون ثلاثہ میں نہیں۔ رمضان

میں بیس تراویح پر ہمیشگی کرنا بدعت ہے خود امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نعمت البدعة ہذہ یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔ جبکہ گستاخ بھی کرتے ہیں۔

(8) روزہ:

روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دعا کرنا، اللہم لک صمت الخ، اور سحری کے وقت دعا مانگنا کہ اللہم لک غذا نویت الخ بدعت ہے۔

(9) زکوٰۃ:

زکوٰۃ میں موجودہ سکہ رائج الوقت ادا کرنا بدعت ہے۔ قرون ثلاثہ میں یہ تصویر والے سکہ نہ تھے نہ ان سے زکوٰۃ جیسی عبادات ادا ہوتی تھیں۔ موجودہ سکوں سے غلے سے فطرانہ نکالنا یہ سب بدعت ہے۔

در مختار جلد اول بحث مستحبات وضو میں ہے۔

”مستحبہ وهو ما فعله النبی علیہ السلام مرة و ترکہ

اخری و ما احبہ السلف“

”مستحب وہ کام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا اور

وہ کام جسے گزشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔“

شامی جلد پنجم بحث قربانی میں ہے۔

”فان النبات تجعل العادات عبادات“

”کیونکہ نیت خیر عادات کو عبادت بنا دیتی ہے۔“

ان احادیث و فقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جائے

یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں وہ عند اللہ بھی کار ثواب ہے۔ مسلمان اللہ کے گواہ

ہیں۔ جن کے اچھے ہونے کی گواہی دیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ برا۔

(10) بدعت واجبہ:

وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو۔ جیسا

کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا۔

(11) بدعت مکروہہ:

وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے۔ اگر سنت غیر موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہہ تزیہی ہے اور اگر سنت موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہہ تحریمی۔ اس کا حوالہ اور مثالیں ذکر ہیں۔

(12) بدعت حرام:

وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جائے۔ یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔ درمختار باب الاذان میں ہے کہ اذان کے بعد سلام کرنا $\text{لاٰ اٰھلہٗ وَاٰھلہٗ سَآءِہٖم} \text{وَالسَّلَامُ عَلَیْہِمْ سَآءِہٖم}$ میں ایجاد ہوا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے۔

اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ اذان جوق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”فقیہ دلیل علی انه غیر مکروہ لان المتوارث لا یکون مکروہا و کذالك تقول فی الاذان بین یدی الخطیب فیکون بدعة حسنة اذ مارأه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن“

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ وہ جائز کام جو مسلمانوں میں مروج ہو جائے تو وہ باعث ثواب ہے اور گستاخ تو نیک عمل کو کسی شرعی دلیل کے بغیر اس کو ناجائز (Unauthorised) قرار دے دیتے ہیں تو یہ لوگ خود بدعتی ہیں کیونکہ ایک مسلمان شخص نیک کام کر رہا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے دین میں بھی فائدہ ہوتا ہے اور دنیا میں بھی فائدہ ہے جبکہ یہ گستاخ ان کو ناجائز کہہ دیتے ہیں مسلمانوں کو اچھے کام سے روک کر ان کے نزدیک اچھا عمل ہے حالانکہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا ہے وہ اچھا فعل ہے اور گستاخوں کے نزدیک وہ فعل برا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ کس طرح کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے یہ بے ادب لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم حق پر ہیں۔ ان کی محبت کا اندازہ تو لگائیے کہ اللہ ورسول کی مخالفت میں ان کی محبت ہے۔ (نعوذ باللہ)۔

تو یہ لوگ خود بدعتی ہوئے۔

آئیے میں آپ کو مزید مثالیں دے کر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

اسلام کی کوئی عبادت بدعت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

(1) ایمان:

مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں ہیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلاثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

(2) حج:

ریل گاڑیوں، لاریوں، موٹروں، ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت ہے اس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ ان کے ذریعے حج ہوتا تھا۔

اب گستاخوں کو بھی چاہئے کہ ان پر سفر نہ کریں کیونکہ یہ صرف بدعت ہیں اور ان کے نزدیک بدعت ناجائز ہے۔ لہذا جو چیز بدعت ہو اسے نہیں کرنا چاہئے۔

افسوس ہے ان گستاخوں پر

کسی نے کیا خوب کہا

تیرا کھائیں اور تیرے غلاموں سے ابھیں

ہیں عجب منکر غرانے والے

دنیاوی چیزیں:

ہر خاص و عام (All and Sundray) نے دنیا میں وہ وہ چیزیں ایجاد کیں جن کا خیر القرون میں نام و نشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے۔

ہر شخص اس کو استعمال کرنے پر مجبور ہے۔ ریل، موٹر، ہوائی جہاز، سمندری جہاز، ٹانکے گھوڑا، پھر خط لٹافہ، تار، ٹیلی فون، ریڈیو، لائوڈ سپیکر وغیرہ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انہیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اب بولو گستاخ بدعاتِ حسنہ کے بغیر زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

کیوں اب مشکل میں پھنس گئے ہیں کہ اگر ہم ان پر سفر نہیں کرتے تو ہمارے نکلے ہوئے پیٹ جو کہ 9 ماہ کا ہوتا ہے ختم ہو جائے گا۔

تو میرا عمل تفصیلات (ins and outs) بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بدعت کی اقسام ہیں جن میں اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا تو تم کہاں سے آگئے ہو۔ چیز پر بدعت کے فتوے لگانے والے۔ جہاں تمہارا دل کرے وہاں بدعت کے فتوے لگا دو اگر تمہارے نزدیک ہر چیز بدعت ہے تو ڈوب کر مر جائے جہاں تمہیں دیکھنے والا بھی نہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایصالِ ثواب کرنا سنت ہے اور کوئٹے کرنا بدعتِ حسنہ ہے تو کوئٹے کرنا جائز ہوئے جو کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے بدیہ پیش لیا جاتا ہے۔ یقیناً حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہیں اور سادات میں سے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے تو سنی بھی نسبت پر مرنے والے ہیں۔ جب بھی کوئی چیز جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بوسے لے چکی ہو تو سنی بھی اسی کا بوسہ لیتے ہیں تاکہ ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی نصیب ہو۔ چاہے وہ کوئی چیز بھی ہو، آل میں سے ہو یا مدینے کی پاکیزہ مٹی میں سے ہو۔ تو ان سب سے مقدم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل مطہرہ میں سے ہیں اس لئے سنی نسبت کی وجہ سے ان کو بدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا

اسم گرامی و نسب

آپ رضی اللہ عنہ امام ششم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور بعض کے نزدیک ابو اسماعیل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ صادق کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت امام زین العابدین کے حقیقی پوتے اور شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے لگتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا اسم مبارک سیدنا امام الباقر اور والدہ ماجدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر الصدوق ہے۔

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہ کی ماں حضرت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ اسی باعث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ڈبل رشتہ ہے۔ (سعادت الکوئین ص 198)

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش بمقام مدینہ منورہ 82ھ بروز سوموار ماہ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ عظمائے اہل بیت سے ہیں۔ اور ان میں سے تمام سے اعلم ہیں اور اس قدر کہ کثرت علوم مفیضہ جو ان کے قلب پر نازل ہوئے ان کا احاطہ فہم و ادراک نہیں کر سکتے اور بھی علوم آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کتاب جفر جو عبدالمومن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے آپ رضی اللہ عنہ کا ہی کلام ہے۔ یہ کتاب جفر کے نام سے مشہور ہے۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کے اسرار علوم پر مشتمل ہے۔ اور بندگان خدا کے لئے صحیح راستے کی معاون (Instrumental) ہے اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت مامون الرشید نے آپ رضی اللہ عنہ کو

اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جفر و جامعہ دونوں ایک دوسرے کا خلاف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اس دعوے میں سچے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علوم غابرو مزبور ہیں جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر ہمارے پاس جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہ بھی ہے لیکن علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے۔ ان کی تفسیر و تشریح بھی لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا غابروہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد الہام ہے اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ ملائکہ کی باتیں ہیں۔ جن کو ہمارے کان ہی سن سکتے ہیں اور کوئی ان شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن جفر احمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہل بیت اس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ اہل بیت سے عین و برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو لیکن جفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کئے جائیں۔ لیکن مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات و اسماء جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں چھپا دیئے (Overvell) ہیں اور جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضور نے ترتیب دی ہے۔ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ ریت سے لے کر کوڑے اور آدھے کوڑے تک کی سزا بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زبان گوہر فشاں سے جو بھی حقائق معارف اور دقائق حکم صادر ہوئے وہ زبان زد خاص و عام ہیں اور اہل اسلام نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

(شواہد النبوت: ص 327)

آپ رضی اللہ عنہ کی علمیت، فقاہت اور بزرگی کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے

کہ امام شعبہ، امامین سفیانین، امام مالک و خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم جیسے فقہاء و ائمہ دین آپ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ تقویٰ و دین میں اس قدر کھرے تھے! اس کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلفاً خلفاً اور قدیماً حدیثاً تمام امت بیک زبان و بیک قلم آپ کو ”الصادق“ کے لقب سے یاد کرتی ہے۔
امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اختلفت الیہ زماناً فبا کنت اراہ الاعلیٰ ثلث خصال امام
مصل و امام صائم و اما یقراء القرآن و مارأیتہ یحدث
الاعلیٰ طہارہ“

میں عرصہ دراز تک آپ رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوتا رہا جب بھی گیا
آپ رضی اللہ عنہ کو نماز میں مصروف یا روزہ دار یا تلاوت قرآن میں مگن
پایا۔

آپ رضی اللہ عنہ وضو کے بغیر حدیث بیان نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ عمدہ
گفتگو کی صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث دیگر متعدد سنی کتب
کے علاوہ امام بخاری کی کتاب الادب المفرد، صحیح مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ
میں بھی منقول ہیں جن کو پڑھ کر دل باغ باغ (Overjoyed) ہو جاتا ہے۔

کرامات

خلیفہ منصور عباسی نے ربیع کو حکم دیا کہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کو میرے پاس
بلاؤ۔ جب ربیع آپ کو لے کر آئے تو منصور نے کہا۔

(اللہ مجھے مار ڈالے گا اگر میں کسی حیلے یا کسی گروہ کے ذریعے کوئی فتنہ اٹھاؤں تو)
مگر تم فتنہ انگیزی کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی ہو۔ حضرت جعفر صادق
رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایسی کسی بات کی خواہش کی ہے نہ عملی طور پر کچھ کیا ہے۔

اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات پہنچی ہے تو محض کسی جھوٹ بکنے والے کی وساطت سے پہنچی ہے۔ اگر عیاذ ابا اللہ تمہارے بیان کے مطابق کوئی فتنہ انگیزی کی ہے تو اس کی مثال یوں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیا تو انہوں نے معاف فرما دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عطا ہوا تو انہوں نے شکر ادا کیا۔

یہ سب پیغمبر ہیں اور تمہارا نسب یوں ان سے ملتا ہے۔

منصور کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں چنانچہ اس نے آپ کو بلا کر تخت پر اپنے پاس بٹھا

لیا۔ پھر کہا۔ آپ کی یہ بات فلاں شخص نے مجھے بتائی تھی۔ خلیفہ نے اسے حاضر ہونے کا

حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا آیا تم نے یہ باتیں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے سنی ہیں۔ اس نے کہا ہاں! خلیفہ نے کہا: کیا تم اس کی قسم کھا سکتے ہو۔ اس نے کہا۔

ہاں! پھر اس نے یوں قسم کھانا شروع کی۔

بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

(قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ عالم غیب و شہادت

ہے) حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خلیفہ! میں اسے قسم دیتا ہوں۔ خلیفہ

نے کہا ہاں آپ اسے قسم دیں۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہو۔

”بریت من حول اللّٰہ و قوتہ و النجات الی حول و قوتی لقد

فعل کذا و کذا جعفر و قال کذا و کذا جعفر“

وہ اس طرح قسم کھانے سے احتراز کرنے لگا۔ آخر قسم کھالی اور قسم کھاتے ہی

حاضرین کے سامنے پھڑک کر مر گیا۔

منصور نے کہا۔ اس ملعون کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ۔

ربیع کہتے ہیں جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منصور کو ملنے آئے تو آپ

رضی اللہ عنہ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے لبوں کو جنبش دیتے رہے اور منصور کا غصہ فرو ہوتا رہا۔

اس نے آپ کو بڑی دیر تک اپنے پاس بٹھایا اور آپ سے خوشنودی کا اظہار کیا۔ جب خلیفہ سے اٹھ کر باہر آئے تو میں نے ربیع سے کہا یہ شخص (خلیفہ) تو آپ پر سخت ناقص تھا جب آپ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے زیر لب کیا پڑھا تھا جو خلیفہ کا غصہ یکدم فرو ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اپنے دادا حسین رضی اللہ عنہ کی تلقین کردہ یہ دعا پڑھ رہا تھا۔

یا عدتی عند شدتی و یا غوثی عند کربتی احرسنی بعینک

التی لاتنام و اکنفی الذی لایرام

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا یاد کر لی اور جب مجھے کوئی مشکل پیش آئی میں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہو گئی اور مجھے راحت نصیب ہوئی۔ اسی طرح ربیع نے واضح کیا (Elucidate) کہ میں نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے اس شخص کو قسم پوری کرنے سے پہلے دوسری قسم کیوں دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بندہ خدا تعالیٰ کی یکسوئی سے عظمت بیان کرتا ہے تو اسے علم کی دولت نصیب ہوتی ہے جس سے وہ اپنی سزا سے مطلع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے قسم دی تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے کانوں نے سنا ہے کے سبب اس کا جلدی مواخذہ کر لیا۔

(شواہد النبوت: 330)

ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منصور کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا اس نے دیکھا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؟ دربان بولا خدا کی قسم میں نے

حضرت جعفر صادق کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔

منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اسے غمگین و پریشان دیکھا تو کہا۔ اے خلیفہ! آپ متفکر کیوں ہیں۔ بولا میں نے علویوں کے ایک بڑے گروہ کو مروا دیا ہے لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا ہے میں نے کہا وہ کون ہے۔ کہنے لگا وہ جعفر بن محمد ہے میں نے کہا۔ وہ تو ایسی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محور ہستی ہے۔ اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں۔

خلیفہ بولا۔ مجھے معلوم ہے تم اس سے کچھ ارادت و عقیدت رکھتے ہو حالانکہ پورے ملک کو اس سے کوئی دلچسپی اور امید وابستہ نہیں۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک میں اس کا کام تمام نہ کر دوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ چنانچہ اس نے جلاد کو بلا کر کہا کہ جو نبی جعفر بن محمد آئے۔ میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا اسے شہید کر دینا۔ پھر حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتہ نہ تھا لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے محلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ وہ ان سے اس طرح باہر نکلا جیسے ایک کشتی سمندر کی تند و تیز لہروں سے باہر آتی ہے۔ اس کا عجیب حلیہ تھا وہ لرزہ براندہم، برہنہ سر اور برہنہ پا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے بازو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا۔ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تو نے بلایا اور میں آ گیا۔ پھر کہنے لگا کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلایا نہ کرو میں جس وقت خود چاہوں آ جایا کروں گا۔ آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ تو منصور نے اسی وقت جاہائے خواب طلب کئے اور رات گئے سوتا رہا یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہو گئی۔ بیدار ہوا تو مجھے بلایا اور کہا جس

وقت میں نے جعفر صادق کو بلایا تو میں نے ایک اثر دھا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصہ زمین پر تھا اور دوسرا حصہ میرے محل پر۔ وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم سے حضرت جعفر صادق کو کوئی گزند پہنچی تو تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔ اس پر میری طبیعت غیر ہو گئی جو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ میں نے کہا یہ جادو و سحر نہیں ہے یہ تو اس اسم اعظم (قرآن کریم) کی خاصیت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا۔ (شواہد النبوت: 331)

ابن جوزی نے کتاب ”صفة الصفوة“ میں لیث بن سعد سے بہ اسناد خود روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا۔ فراغت کے بعد میں کوہ ابو قیس کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور دعا مانگ رہا ہے۔ یارب یارب کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر کہا یارب یارب پارباہ۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا پھر یا حی یا حی پڑھنے لگا۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر اس نے یارحیم یارحیم پڑھا تو بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا رحم الرحیم پڑھنے لگا۔ اس دفعہ بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ اس نے سات بار اس طرح کیا پھر کہا

اللهم انى اشتھنى من هذا العيب اللهم وان یرادى قدا خلقا

ابھی اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور دونی چادریں پڑی ہوئی دیکھیں۔ اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ جب وہ انگوروں سے کچھ کھانے لگا تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی۔ اس نے کہا تم کیوں شریک ہوتے ہو۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے دعا فرمائی اور میں نے آمین کہا۔ اس نے کہا میرے پاس آؤ۔ کھاتے جاؤ اور کوئی در نہ بچا کر نہ رکھنا۔ یہ ایسے انگور تھے جن کا بدل ملنا محال تھا۔ میں نے ایسے انگور کبھی نہ کھائے تھے۔ میں کھا کر سیر ہو گیا لیکن ان میں سے ایک بھی کم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا۔ ان دو چادروں میں جو چاہا ہوا اٹھا لو۔ میں نے کہا مجھے

ضرورت نہیں۔ اس نے کہا ذرا ادھر ادھر ہو جاؤ میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک سے ازار بنالی اور دوسری سے اوڑھنی بنالی اور دونوں پرانی چادروں کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور چل دیا۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب صفا و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا تن ڈھانچے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانچے گا۔ اس نے دونوں چادریں اسے دے دیں۔ میں اس شخص کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ میں نے پوچھا، یہ چادریں دینے والے کون ہیں۔ تو اس نے کہا یہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعد ازاں میں نے ان سے حدیث سننے کے لئے بہت خواہش کی لیکن وہ نہ مل سکے۔ (شواہد النبوت، ص 332)

کہتے ہیں قاتل (Homicide) داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال منال ضبط کر لیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔ وہ اس وقت اپنی چادر کوزمین پر بچھا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا ہے۔ میں تمہارے لئے بخدا بددعا کروں گا۔ داؤد نے برسبیل مذاق کہا۔ کیا تم مجھے ڈراتے دھمکاتے ہو۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات قیام و قعود میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو آپ نے داؤد کے لئے بددعا کی ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں میں سے کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔ (شواہد النبوت، ص 332)

جناب ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا میرے ساتھ ایک کنبز بھی تھی۔ میں نے اس سے جماع کیا۔ بعد ازاں حمام میں جانے کے لئے باہر آیا میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا۔ جب حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابو بصیر! تمہیں شاید پتہ نہیں کہ پیغمبروں اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر

جنابت کی حالت میں نہیں آتے۔ میں نے کہا اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے احباب کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس لئے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آ گیا۔

ایک اور صاحب کا بیان ہے جو کہ معروف (Memorable) ہے کہ میرا ایک دوست تھا۔ جیسے منصور نے مجھ سے کر دیا۔ میری ملاقات حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حج کے موسم میں میدان عرفات میں ہوئی۔ آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا حضور! وہ ایسے ہی قید میں ہے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد فرمایا۔ خدا کی قسم تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو میں نے اپنے دوست سے پوچھا تمہاری کس دن رہائی ہوئی۔ کہنے لگا، مجھے یوم عرفہ کو بعد از نماز عصر چھوڑ دیا گیا تھا۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ کسی دوست کو نہ دوں گا تا کہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گم ہو گئی۔ مجھے بہت دکھ ہوا جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اپنا تک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا تھا۔ آ کر کہنے لگا کہ تجھے آپ بلا تے ہیں۔ میں جلدی سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور السلام وعلیکم کہہ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ آیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔ میں نے عرض کی ہاں حضور دے دیجئے۔ لیکن وہ تو گم ہو گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے لے لو اور

خدا کا شکر ادا کرو۔ (شاہد الامت 333)

ایک راوی کا بیان ہے جس کا لب لباب (Quintessence) یہ ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جا رہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ زاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ خدا تعالیٰ گائے کو زندہ کر دے۔ وہ بولی آپ مذاق کیوں کرتے ہیں۔ میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا۔ بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی۔ گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا۔ پھر اسے بلایا تو وہ جلدی سے اٹھ ہوئی۔ بعد ازاں حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ لوگوں میں مل جل گئے اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔ (شواہد النبوت: 334)

ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں کھجور کے سوکھے درختوں کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے ان سوکھے درختوں کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں ہمارے لئے جو رزق ودیعت کیا ہے۔ اس سے ہماری ضیافت کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ جنگلی کھجوریں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف جھک رہی تھیں۔ جن پر ترخوشے لٹک رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا۔ میرے پاس آؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھجوریں کھائیں۔ ایسی شیریں کھجوریں ہم نے پہلے کبھی نہ کھائی تھیں۔ اس جگہ ایک اعرابی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا آج جیسا جادو میں نے کبھی نہ دیکھا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ ہم ساحر و کاہن نہیں۔ ہم تو دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عزا سے قبول فرمالیتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہماری دعا سے تمہاری شکل بدل جائے اور تم ایک کتے میں متشکل ہو جاؤ۔ اعرابی چونکہ جاہل تھا اس لئے کہنے لگا۔ ہاں ابھی دعا کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

دعا کی وہ کتابن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا اس کا تعاقب کرو۔ میں اس کے پیچھے گیا تو وہ اپنے گھر میں جا کر بال بچوں اور گھر والوں سے سامنے اپنی دم ہلانے لگا۔ انہوں نے اسے ڈنڈا مار کر بھگا دیا میں واپس آیا تو تمام حال کہہ کر سنایا اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سامنے لیٹنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس پر رحم فرما کر دعا فرمائی تو وہ شکل انسانی میں آ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا

اے اعرابی: میں نے جو کہا تھا اس پر یقین ہے یا نہیں۔ کہنے لگا جی حضور ایک بار نہیں اس پر ہزار بار ایمان و یقین رکھتا ہوں۔

ایک راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بلج (Harbourage) میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب خداوند اقدس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
 ”خُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ“

(القرآن پارہ 3، رکوع 3 سورہ بقرہ)

”پرنڈوں میں سے چار پرندے پکڑیے پھر انہیں اپنی طرف بلائیے“
 کا حکم فرمایا تھا تو کیا وہ پرندے ہم جنس تھے یا ایک دوسرے سے مختلف، پھر فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں ویسا ہی کر کے دکھاؤں۔ ہم نے ”ہاں“ کہا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مور! ادھر آ جاؤ۔ اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا۔ پھر فرمایا اے کوئے! ادھر آؤ۔ فوراً ایک کو آ گیا۔ پھر فرمایا: اے ازادھر آ جاؤ! اسی وقت ایک باز آ گیا۔ پھر فرمایا: اے کبوتر ادھر آؤ! ایک کبوتر آ گیا۔

چاروں پرندے آ گئے تو آپ نے فرمایا۔ ان کو زبح کر کے ٹکڑے کر دو اور ایک کا گوشت دوسرے میں ملا دو لیکن ہر ایک کے سر کو بحفاظت رکھو۔ اس کے بعد آپ نے

مور کے سر کو پکڑ کر کہا: اے مور! ہم نے دیکھا کہ اس کی ہڈیاں، پر اور گوشت اس کے سر کے ساتھ مل گئے اور وہ ایک صحیح و سالم مور بن گیا۔ اسی طرح دوسرے تین پرندوں سے معاملہ کیا۔ وہ بھی زندہ ہو گئے۔ (شواہد النبوت 334-335)

ایک نکتہ (Epigram) یہ بھی ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا، میں حج کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ میرے لئے اس پیسے سے کوئی سرانے خرید لیں تاکہ میں حج سے واپسی پر اپنے اہل و عیال سمیت اس میں متوطن ہو جاؤں، حج سے واپسی پر وہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے تمہارے لئے جنت میں سرانے خرید لی ہے جس کی پہلی حد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر، دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، تیسری حسن رضی اللہ عنہ پر اور چوتھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور یہ لو میں نے پروانہ لکھ دیا ہے۔ اس نے یہ بات سنی تو کہا میں اس پر خوش ہوں۔ چنانچہ وہ پروانہ لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ گھر جاتے ہی بیمار ہو گیا اور وصیت کی کہ اس پروانے کو میری وفات کے بعد قبر میں رکھ دینا۔ لواحقین نے تدفین کے وقت اس پروانے کو بھی قبر میں رکھ دیا۔ دوسرے دن دیکھا تو وہی پروانہ قبر پر پڑا ہوا تھا اور اس کی پشت پر یہ قوم تھا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے دعا کی التماس کی کہ خدا تاملی مجھے اتنا کچھ عطا کر دے کہ میں بہت سے حج کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اسے اتنا دے کہ یہ پچاس حج کرے۔ چنانچہ اس نے پورے پچاس حج کئے لیکن جب اکاونواں حج کرنے کے لئے مقام حجفہ پہنچا تو غسل کرنے کی خواہش کی جو نہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تند و تیز موجیں اسے بہا کر لے گئیں اور وہ انہی میں ڈوب گیا۔ (شواہد النبوت 338)

انتقال

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری کے متعلق (Autobiographical) بیان کیا جاتا ہے کہ آخری عمر تک عبادت و گریہ و زاری میں لگن رہتے تھے۔ آخر کار ایک دن فانی جہاں سے بروز سوموار نصف رجب المرجب 148ھ (اور ایک قول کے مطابق جو مشہور و معروف ہے 22 رجب المرجب کا ہے) کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف جنت البقیع مدینہ طیبہ میں اپنے والد سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ اور جد امجد سیدنا امام زین العابدین اور تالی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہے۔

اولاد و امجاد

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد و امجاد میں چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔

صاحبزادے

(۱) اسماعیل

(۲) عبداللہ

(۳) اسحاق

(۴) محمد

(۵) علی

(۶) موسیٰ

اور صاحبزادی

(۷) ام فروہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

واضح رہے کہ حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ کی شاخ

ان سے ہے۔ (سعادت الکوئین 198)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کرنا:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصالِ ثواب کے لئے 22 رجب المرجب کو بنام کونڈے دے کر حلوہ پوریاں تیار کروائی جاتی ہیں جن میں چند شرطیں بھی لگائی جاتی ہیں۔ مثلاً ہماری محفل میں وہ شخص بیٹھے گا جو کہ جھگڑنے والا نہ ہو۔ چغتل خور نہ ہو، اسی محفل میں بیٹھ کر کھانے والا ہو باہر نہ جانے والا، طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لیں۔ اگر ان کا یہ مقصد ہو کہ جو ہم نے شرطیں لگائی ہیں انہیں پورا کئے بغیر ایصالِ ثواب جائز نہیں تو یہ ان کی جہالت ہے اور ان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ایصالِ ثواب کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائیں وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔ تاہم اس کا کوئی خاص وقت مقرر کرنا کہ اس وقت اگر ایصالِ ثواب ہو گیا تو جائز ورنہ ناجائز ہو جائے گا تو یہ شرطیں باطل ہیں۔ اسی طرح کونڈوں کے موقع پر ایصالِ ثواب کے لئے شرعاً طعام کی بھی کوئی مخصوص مقدار مقرر نہیں اور نہ ہی کونڈے از روئے شرعاً بایسویں رجب کے ساتھ خاص ہیں بلکہ وہ اس سے پہلے اور بعد میں بھی جائز ہیں لیکن اگر ان تخصیصات کا اہتمام کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو تو پھر اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ جیسے کوئی شخص وقت مقرر کرتا ہے کہ فلاں وقت میں ختم شریف پڑھا جائے گا تو یہ ان کے لئے آسانی کا باعث ہے تاکہ مزید انتظار کی ضرورت نہ ہو۔

کونڈے کیونکہ ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے جس کا جائز ہونا قرآن و سنت سلف و صالحین کے قول و عمل بلکہ خود کونڈوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیر مقلدین) سے بھی ثابت ہے پس ایصالِ ثواب کا جائز ہونا کونڈوں کے جواز اور اثبات کی دلیل ہے۔

کونڈے کا چونکہ دوسرا نام ایصالِ ثواب ہے اس لیے ان کو میں قرآن و حدیث سے ثابت کرتا ہوں۔

قرآن مجید سے دلائل:

کوئٹوں میں ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور وہ کسی شخص کو یا برگزیدہ بزرگ علیہ الرحمہ یا تو گناہ گار کے گناہوں کی مغفرت یا کسی بزرگ کو ایصالِ ثواب ہدیہ کیا جاتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے۔

”فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ“ (پارہ 8، الانعام: 119)

”پس کھاؤ تم جس پر اللہ تعالیٰ کا نام (ختم) پڑھا گیا ہو۔“

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس پر بھی اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لیا جائے اس کو کھانا جائز ہے۔ دیکھو پہلے کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لو اور وہ بھی اس وقت جب تمہارے سامنے کوئی چیز موجود بھی ہو تو گویا اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے کہ اے لوگو! اے میرے ماننے والو تم پہلے میرا نام بلند کیا کرو بعد میں اس چیز کو کھا لیا کرو کیونکہ جب میرا نام لیا جاتا ہے تو وہ چیز پاک ہو جاتی ہے اور اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں رہتا۔ تمہارے لئے وہ چیز حلال ہے تو گویا ارے جب ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے تو آگے کوئی چیز رکھی جاتی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جاتا ہے پھر کسی شخص یا برگزیدہ ہستی کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئٹوں میں حلوہ پوریاں پکا کر اور ان کو چھوٹے چھوٹے پیالوں میں رکھ کر اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جانا اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرنا ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کرنا ہے اور جو گستاخ نہ مانے اس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی مخالفت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حکم فرما رہا ہے کہ جب تم کھاؤ تو میرا نام بلند کر لیا کرو تمہارے لئے وہ چیز حلال ہے جبکہ گستاخوں کے نزدیک وہ چیز حرام ہے۔ کیا مخالفت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے کہ حلال چیز کو حرام کیا جا رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

”وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ (پارہ 28، بقرہ: 19)

”اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت مانگو۔“

اس آیت کی تفسیر میں میرے آقا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کنز الایمان میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ اس امت پر اکرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفیع مقبول الشفاعت ہیں اس کے بعد مومنین وغیرہ مومنین سے عام خطاب ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما رہا ہے کہ اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت مانگو تو یہاں پر اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے کہ آپ ان کی مغفرت مانگو وہ بھی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما رہا ہے تو معلوم ہوا کہ گستاخو ایصالِ ثواب کا فرمانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ایصالِ ثواب کرنا میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مسلمان بھی ایصالِ ثواب کر کے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ کر رہے ہیں کیونکہ گستاخوں کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ایصالِ ثواب کریں اور یہ بھی پتہ ہے کہ ہمارا حشر کہاں ہوگا اور ہمارے باپ دادا کا حشر کہاں ہوگا اس لئے ایصالِ ثواب کرتے، یا نہیں۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئٹے چونکہ ایصالِ ثواب کا دوسرا نام ہے اور مسلمان کوئٹے بھی ایصالِ ثواب اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو یاد کرتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں لہذا کوئٹے کرنا جائز ہوا۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

”رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي

قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا“ (پارہ 28، الحشر: 10)

”اے ہرے رب ہمیں بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔“
دیکھو!

اس آیت میں بھی صراحہ جا رہا ہے کہ ہمیں بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے تو یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کی جا رہی ہے کیونکہ وہ ہمارا خالق ہے۔ موت و حیات کا مالک ہے۔ تو اسی طرح مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کی مغفرت یا ولی اللہ (Saint) کیلئے ایصالِ ثواب کرتے ہیں چاہے وہ کونڈوں کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں ہو جیسے چہلم، قل خوانی وغیرہ۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

”رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ“

”اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔“

ملاحظہ فرمائیے کہ

اس آیت کریمہ میں بھی ان کو ایصالِ ثواب کرنے کا ذکر آیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب بھی کوئی چیز ایصالِ ثواب کے لئے پکائی جاتی ہے تو اس پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جاتی ہے۔ اگر وہ پیر و والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے پکائی جاتی ہے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مغفرت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کی دعا کی جاتی ہے۔ اگر بھائی کے لئے تو بھائی کی مغفرت و شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی جاتی ہے۔ اگر رشتہ داروں کے لئے تو ان کی مغفرت و شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی طرح جب ان کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہو تو بدرجہ اولیٰ ہمارے پیٹھے پیٹھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو بھی ایصالِ ثواب کرنا جائز ہوا۔

ارے ہم تو بے کس و بے سہار (Lorn) نہیں ہیں۔ ہمارا خالق یہی فرماتا ہے کہ

تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

”ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ“

”تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔“

ہم تو اچھی قسمت والے ہیں کہ ہمارا خالق، ہمارا پیارا پیارا اللہ تعالیٰ حسن و جمال والا مالک خود ہی ارشاد فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو تم میری بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر تو دیکھو، تم میری بارگاہ میں آنسو بہا کر تو دیکھو، تم میری بارگاہ میں وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ کر تو دیکھو۔ جب مانگو گے تو جو مانگو گے وہی عطا کیا جائے گا۔

تو دیکھئے!

دعا کا حکم کون فرما رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ۔

کس کو فرما رہا ہے؟

اپنے بندوں کو۔

کیوں فرما رہا ہے؟

میرے بندے پریشان حال میں ہوتے ہیں ان کی کوئی سننے والا نہیں ہوتا وہ غمگین (Lugubrious) ہوتے ہیں تو میں کہتا ہوں اے راہ بھٹکنے والے کہاں پھر رہے ہو میں تو موجود ہوں تو میری بارگاہ میں ہاتھ اٹھا پھر دیکھنا تم پر میری عنایت کی رحمت چھا جائے گی اور تیری ہر دعا مقبول ہوگی۔ تو مسلمانو! یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص کوئی چیز پکا کر چاہے وہ برسی کی صورت میں ہو یا چالیسویں کی صورت میں ہو چاہے وہ کوئٹوں کی صورت میں ہو وہ اپنے بزرگوں کو ایصالِ ثواب کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگے تو وہ دعا مقبول ہوتی ہے۔

اسی لئے مسلمان 22 رجب المرجب کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے

ایصالِ ثواب کے لئے حلوہ پوریاں پکاتے ہیں اور ان کے وسیلے سے اپنی پریشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں تو ان کی دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

”وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا“

”اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔“

تو ان تمام آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جب ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے تو انسان باامید ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے تو اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اسی طرح دعا کی مقبولیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

”أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ“ (البقرہ: 186)

”میں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے“

فائدہ:

(۱) اس آیت کریمہ میں حرف ”اذا“ جو ظرفِ زمان کا ہے کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے اس بارگاہ سے جب چاہو مانگو۔ اس میں صبح و شام انفرادی و اجتماعی خلوت و جلوت کی کوئی قید نہیں جس حالت میں بھی مانگو ”اذا“ کا تقاضہ ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

(۲) عربی کا قاعدہ ہے کہ جہاں عامل ہو معمول نہ ہو، یا صفت ہو موصوف نہ ہو

وہاں عموم مراد ہوتا ہے۔

اب اس قاعدے کو سامنے رکھ کر مخلص (Loyal) طریقے سے دوبارہ پڑھئے۔ اس

میں فقط دعا مانگنے اور دعا قبول کرنے کا ذکر ہے کیا مانگے کس لئے مانگے اپنے لئے یا غیر کے لئے زندوں کے لئے یا فوت شدگان کے لئے کوئی قید نہیں ہے۔ یعنی جس کے لئے

بھی دعا مانگو گے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں قبول فرمائے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی دعا مانگنے والے کی دعا کو رد نہیں فرماتا اور مانگنے والے کے عمل کو ضائع نہیں فرماتا بلکہ اس کی دعا و پکار کو سنتا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم 1-296)

”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ربكم حي كريم

يستحي من عبده اذا رفع يديه ان يردهما صفرًا“

(ترمذی: 2-196)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب حی و کریم ہے۔ وہ

ناپسند فرماتا ہے اس چیز کو کہ جب اس کا بندہ ہاتھ اٹھا کر اس سے مانگے وہ

خالی ہاتھ لوٹا دے۔“

ملاحظہ فرمائیے۔

کہ یہ بات مقید (Limited) ہے کہ بندہ ہاتھ اٹھائے ضرور اس کی دعا کبھی رو

نہیں ہوتی ہے۔

دعا کی تحقیق

دعا کا حکم اور دعا چھوڑنے سے ممانعت

حضرت شاہ بغداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ نہ کہو کہ میں خدا سے دعا نہیں مانگتا اس لئے کہ اگر وہ چیز میری قسمت میں ہے تو

مل جائے گی۔ سوال کروں یا نہ کروں اگر وہ میری قسمت میں نہیں تو میرا سوال مجھے نہیں

دے سکتا یعنی پھر سوال کیوں کروں بلکہ دنیا و آخرت کی بھلائی بے جس چیز کی ضرورت یا

خواہش ہو اس کا سوال کرو جب کہ وہ چیز حرام یا باعث نسا دنہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں

مانگنے کا حکم دیا ہے اور ترغیب دلائی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے

أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا

اور فرمایا

وَأَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اسئلو الله وانتم موقنون بالاجابة

اللہ تعالیٰ سے اس حال میں مانگو کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو

اور فرمایا

اسئلو الله ببطون اكفكم

اللہ تعالیٰ سے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے مانگو

مثنوی شریف میں ہے

تا بود غوغا بگرد منزلشن

تا فرود آید زبالا رحمتش

گر نمچواہد گریان ترا غلو

تا بخود آں غنچہ را خنداں کنم

من ہمیدانم کہ میخواید دلش

میکنم چنداں فغاں در حفرش

چست ادعونی کدام رست اسألوا

آہ گریہ بردرش چنداں کنم

ترجمہ: میں جانتا ہوں معشوق و محبوب کا دل چاہتا ہے کہ اس کے گھر کے

ارد گرد شور و غوغا رہے۔ میں اس کی بارگاہ میں اس قدر آہ و فغاں کروں گا کہ

اوپر سے اس کی رحمت نازل ہوگی۔ ادعونی کیا ہے اسألوا کیسا گروہ فقیر و

منکوں کا زیادہ آہ و پکار کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں تو اس کے دروازے پر اس

قدر آہ و زاری کروں گا کہ اس غنچہ کو خود بخود خنداں (مسکرانے، ہنسنے، خوش ہونے والا) کر دوں گا۔

اور فرمایا

تو یہ نہ کہہ کہ میں اس سے مانگتا ہوں تو وہ مجھے دیتا نہیں تب تو میں اس سے مانگتا نہیں ہوں۔ بلکہ اس سے دعا کرنے میں ہمیشگی اختیار کر۔ کیونکہ (جو تو نے مانگا) وہ اگر تیری قسمت میں ہوگا تو تیرے مانگنے کے بعد وہ اسے تیری طرف چلا دے گا۔ اس طرح ایمان، یقین، توحید، مخلوق سے سوال ترک کرنا، تمام احوال میں اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنی حاجات کو اسی سے پوری ہونے میں یقین کو زیادہ کرے گا۔

مثنوی شریف میں ہے

دل ز حرص و مدعا خالی شدہ	ذوق بجز و بندگی حالی شدہ
گرا جابت کرد شاں فہو المراد	ورنہ بادیدار نقد آیند شاد
بیچ نبود از دغا مطلوب شاں	جز سخن کردن باں شیریں زباں
دور کند و لذت آں بیشتر	بہر تقریب سخن بار دگر

ترجمہ: دل لالچ و حرص سے خالی ہو چکا۔ عاجزی و بندگی کی لذت و ذوق میرا حال ہو چکا ہے۔ اگر قبولیت ہوگئی تو یہ ہی مراد ہے ورنہ دیدار نقد سے خوشی حاصل ہوگی۔ دغا سے ان کا مطلوب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس میٹھی زبان والے محبوب سے کوئی بات کریں۔ وہ چہرہ مبارک کو دور کر دیتا ہے تو اس کی لذت دوبارہ گفتگو کے قرب کے لئے اور زیادہ ہوتی ہے۔

پھر مزید فرمایا

اور اگر وہ مانگی گئی چیز قسمت میں نہ ہو تو تجھے اس سے بے نیازی اور اللہ پاک سے فقر میں (رضامندی) عطا کرے گا۔ پھر جب فقیری یا بیماری ہوگی تو دونوں سے تجھے راضی کر دے گا۔ اور اگر قرض (Lown) ہو تو وہ قرض والے کے دل کو پھیر دے گا کہ

برے انداز سے مطالبہ کرنے کی بجائے نرمی، تاخیر اور آسانی سے مطالبہ کرے گا حتیٰ کہ تجھے آسانی ہو یا تجھ سے اسے معاف کرنے یا کم کرنے کی طرف پھیر دے گا۔ پھر اگر وہ قرض تجھ سے دنیا میں ساقط و معاف نہ کرے اور نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جو تیرے مانگنے سے دنیا میں نہ دیا آخرت میں عظیم ثواب عطا فرمائے گا۔ کیونکہ وہ رحیم و کریم و غنی ہے۔ دنیا و آخرت میں مانگنے والے کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا لہذا کوئی نہ کوئی فائدہ اور پانا ضرور ہے یا دنیا میں (جلدی) یا آخرت میں (دیر سے)

اور حدیث شریف میں آیا ہے

ان المؤمنین پری فی صحیفته یوم القیمة حسنات لم یعملها
ولم یدربها فیقال له انها بدل مسئلتك التي سألتها فی دار
الدنیا

ترجمہ: بے شک ایمان دار قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں کچھ نیکیاں دیکھے گا جو اس نے نہ کی ہوں گی اور نہ جانتا ہوگا تو اسے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اس سوال کا بدلہ ہے جو تو نے دنیا میں کیا تھا۔

یہ اسی لئے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اور اس کو ایک ماننے والا اور چیز کو اس کی جگہ رکھنے والا، حقدار کو اس کا حق دینے والا اپنے مول و قوت سے الگ ہونے والا، تکبر اور بڑائی اور شرم کو چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ نیک اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا ثواب ہے۔

فرمایا کہ

بلہ نومید نباشی گرت آں یار براند

گرت امروز براند نہ کہ فردات نجواند

ترجمہ: ہاں اگر محبوب و حبیب دروازے سے دور کرتا ہے تو نہ امید نہ ہو اگر

آج دور کرتا ہے تو کل ضرور بلا لے گا۔

یہی توجہ ہے کہ

دعا کو عبادت کا مغفر کہتے ہیں کیونکہ مذکور معانی کو مشتمل ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری عبادت کرنے سے تکبر کرے گا اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ یہاں عبادت سے مراد دعا ہے۔ جیسا کہ آیت کے سیاق کی دلالت ہے اور یہ دلالت دعا کے مستحب ہونے میں تاکید و مبالغہ پر ہے اور دعا کو چھوڑنے پر وعید و دھمکی پر بھی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر (دعا نہ مانگنا) بطریق عار و تکبر ہو تو یہی حال ہوگا۔ البتہ اگر ادب، عزت و اکرام اور اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ و علم کے سپرد کرنے سے دعا نہ کرنا ہو تو یہ ایک دوسرا مقام ہے اور اس قوم کے کئی احوال ہیں۔ کبھی دعا کرتے ہیں کبھی خاموشی اختیار کرتے ہیں کبھی اشارہ کنایہ سے دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہو طلب کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک سوال کی قسم ہی ہے کہ زبان سے رمز و اشارہ اور کبھی خاموشی میں اس مسئلہ میں گفتگو سے بالاتر ہوتی ہے۔ اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کے احوال و افعال سے منقول ہے۔

(مظہر لاریب شرح فتوح الغیب: 460، 465)

لہذا دعا کا مطلقاً مقصد ہونا (Purposefulness) چاہے کسی چیز کے لئے بھی مانگی جائے جائز و مستحسن ہے اور یہ بھی اظہر من الشمس ہوا کہ کوئٹے کو سامنے رکھنا اور اس پر دعا مانگنا جائز ہوا کیونکہ مقصد دعا مانگنا ہے چاہے جس حالت میں بھی مانگی جائے۔

دعا افضل ہے یا خاموشی

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس قوم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ سوال و دعا افضل ہے یا خاموشی و رضا مندی، بعض کا خیال و رائے یہ ہے کہ دعا افضل ہے۔ اس لئے کہ دعا بذات خود عبادت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدعاء مع العبادۃ

دعا عبادت کا مغز ہے

لہذا عبادت کرنا چھوڑنے سے افضل و اولیٰ ہے پھر اسے قبول کرنا حق تعالیٰ پروردگار عالم کا حق ہے۔ اگر اس کی قبولیت بندے کا نصیب نہ ہو اور اپنی خواہش و حصہ نہ پہنچے تو نقصان نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ بندہ حق ربوبیت کو قائم کرتا ہے اور دعا سے مقصود بندے کا اپنے فقر و فاقہ اور محتاجی کو ظاہر کرنا ہے اور وہ حاصل ہو چکا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ خاموشی اور نامانگنا حکم کے جاری ہونے اور سابقہ قضاء اختیار مولیٰ پر راضی ہونے کے تحت ہے جو بہت بہتر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پروردگار جہاں فرماتا ہے جس کسی کو میرا ذکر مانگنے اور دعا کرنے سے روک رکھے میں اس کا سوال کرنے والوں کو جو دیتا ہے اس سے زیادہ عطا کر دیتا ہوں۔
اور ایک گروہ کہتا ہے کہ

بندے کو چاہئے کہ زبان سے دعا کرنے والا ہو اور دل سے مقام رضا میں ہوتا کہ دونوں فضیلتوں کا جامع ہو اور زیادہ بہتر وہ ہے جو کہا گیا ہے کہ اوقات مختلف ہیں۔ بعض حالتوں میں دعا بہتر ہے اور بقضائے کے وقت ادب بھی اسی میں ہے اور بعض حالتوں میں دعا مانگنے سے خاموشی بہتر ہوتی ہے اور اس وقت میں تقاضائے ادب یہ ہی ہے اور اس معنی و مفہوم کی شناسائی واقفیت بھی وقت میں ظاہر ہوتی ہے جیسے وقت کا علم فرصت میں ہی ہوتا ہے تو اگر دل سے دعا کی طرف اشارہ پائے تو دعا بہتر ہے اور اگر خاموشی کا اشارہ پائے تو خاموشی بہتر ہے اور اگر دعا سے ذوق، سکون اور حضوری وقت میں پائے تو دعا زیادہ بہتر ہے اور اگر نظر اپنے دل پر پڑے اور دعا کے وقت میں خستہ و آزرہ دلی، زاری و قبض اس پر غالب ہو اور گھر کر گئی ہو تو اس وقت دعا کو چھوڑ دینا اولیٰ ہے۔ اور اگر نہ کشادگی زیادہ ہوتی ہے نہ ہی قبض تو اس صورت میں دعا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے

نیز اگر اس وقت میں حکم علم غالب ہو تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ دعا عبادت ہے اور اگر غالب حال معرفت ہے تو سکون و خاموشی بہتر ہے۔ نیز یہ بھی کہنا درست ہے کہ ہر وہ چیز جس میں مسلمانوں کا حصہ ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا حق ہے، وہاں دعا کرنا زیادہ بہتر ہے اور جس دعا میں نفس کا حصہ و نصیب ہو خاموشی بہت بہتر ہے۔

(مظہر اریب شش نقون الغیب 283)

اللہ تعالیٰ ضامن دعا ہے

دعا کرنے کے وقت بندہ یا بندہ کی خواہش کے ساتھ قبولیت دعا کی کوئی قید نہیں اور اللہ تعالیٰ قبول و اجابت کا جس وقت میں چاہے اور جیسے چاہے ضامن ہو چکا ہے۔ اس وقت میں وہ ضامن نہیں جس وقت بندہ چاہے نہ اس طرح جس طرح بندہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسے اپنے اختیار پر چھوڑنا بندہ کے اختیار پر چھوڑنا نہ ہی حقیقت میں بندہ کی اصلاح و بھلائی ہے کیونکہ بندہ نادان ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کی بھلائی کیا ہے کس چیز میں ہے اور کبھی قبولیت مانگی گئی چیز کی مثل عطا کرنے کے ساتھ ہوتی ہے کہ یہ ہی زیادہ مانگنے والے کے حال کے مناسب و موافق ہے۔

ایک کسان بادشاہ کے پاس آتا ہے اور عربی گھوڑے کا سوال کرتا ہے۔ بادشاہ اسے بل چلانے، کاشتکاری کے لئے گائے دیتا ہے یہ نہ کہیں گے کہ بادشاہ نے اس کے سوال کو قبول نہیں کیا۔ کیا ہے مگر اسی سے بہتر جو مانگنے والے نے مانگا کبھی قبولیت مانگی گئی چیز کی مثل کسی تکلیف دو چیز کو روک کر بھی ہوتی ہے۔ اور دعا بظاہر (Perceptibly) جب بندہ مانگتا ہے تو ہاتھ اٹھاتا ہے یا دل میں مانگتا ہے لیکن اگر وہ توکل سے مانگتا ہے تو ضرور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ چاہے کسی ولی اللہ کا وسیلہ پیش کر کے بھی مانگے۔ اگرچہ وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنائے تب بھی دعا مقبول ہوگی۔

تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایصالی ثواب کرنا جائز ہو اس صورت میں کہ جب

کسی فوت شدگان کو یا زندوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے اور کوئی چیز پکا کر اس پر دعا کر کے بانٹ دی جائے تو وہ مقبول ہوتی ہے۔

تو کونڈوں میں بھی اسی طرح کیا جاتا ہے کہ حلوہ پوریاں پکا کر ان پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ لہذا کونڈے کرنا بھی جائز ہوا۔

قرآنی آیات سے ثابت کرنے کے بعد اب احادیث مبارکہ سے اثبات کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ الکبریٰ کو ایصالِ ثواب کرنا:

”عن عائشة رضي الله عنها قالت ما غرت على احد من نساء النبي صلى الله عليه وسلم ما غرت على خديجة وما رايتها ولكن كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر ذكرها وربما ذبح الشاة يقطعها اعضاء ثم يبعثها في صداق خديجة“

(بخاری، کتاب الناقب، 1-539)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے ہیں اور بس اوقات جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے اعضاء کو علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملنے والی عورتوں کیلئے بھیجتے۔“

فائدہ:

اس حدیث سے یہ بات واضح (Explicit) ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ کیلئے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے تھے اور بکری ذبح کر کے آپ رضی اللہ عنہا

کے ملنے والوں کے گھر بھجوادیتے۔

تو اسی طرح مسلمان بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی چیز پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں لہذا کوئٹے کرنا جائز ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابی کی والدہ کیلئے ایصالِ ثواب پر گواہ بننا:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امہ توفیت افینفعا ان تصدقت عنہا؟ قال نعم۔ قال فان لی مخرفاً فاشهدک انی قد تصدقت بہ عنہا“ (سنن نسائی، کتاب الجنائز: 2: 133)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس کی ماں فوت ہو گئی ہے اگر وہ اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرے تو اس کو نفع حاصل ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ وہ شخص کہنے لگا! حضور میں آپ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں اپنا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔“

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عمل خیر پر گواہ بنانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر گواہ بنانا ان بات کی واضح دلیل ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنا میت کو فائدہ دیتا ہے۔ اور صحابی کو بہت (enourmous) زیادہ یقین تھا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دیا ہے اسی طرح ہوگا اور میری والدہ کو ضرور ایصالِ ثواب پہنچے گا۔

اسی طرح کوئٹے میں بھی مسلمان یہ نیت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اس کا ضرور ثواب پہنچے گا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانا:

”ان سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ توفیت امہ وهو غائب عنہا“

قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امتي توفيت و انا غائب "عنها اتنفعها شيء" ان تصدقت به عنها؟ قال نعم۔
قال فاني اشهدك ان حائطي المخرف صدقة عليها"

(بخاری کتاب الوصایا 1-286)

”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ وہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور میں اس وقت حاضر نہ تھا اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ و خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں عرض کیا پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا مخرف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔“

اس حدیث کی شرح میں مولوی احمد علی سہارنپوری صاحب لکھتے ہیں۔

”ان ثواب الصدقة عن البيت يصل الى البيت ونفعه“

”میت کی طرف سے صدقہ و خیرات کا ثواب اور نفع میت کو پہنچتا ہے“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محبت کا تقاضہ بھی والدین کے ساتھ یہی ہے کہ ان کو ایصال ثواب کیا جائے۔ اگرچہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ لہذا جب صحابی کی والدہ انتقال فرما چکیں تو صحابی ان کو نہ دیکھ سکا اور نہ حاضر تھا اس نے ایصال ثواب کی نیت سے باغ صدقہ کر دیا تو مسلمان بھی صحابی کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب بنام کوئٹے دے دے کر کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والدین کے ایصال ثواب کیلئے وصیت کرنا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل بقي علي من بر والدي شيء ابرهما بعد موتهما؟ قال نعم! اربع خصال

بقیت عليك الدعاء و الاستغفار لهما و انفاذ عهدهما و اكرام
صديقهما و صلة الرحم التي لا رحم لك الا من قبلهما“

(احکام تمنی الموت: 65)

”ایک شخص آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین کا انتقال ہو گیا ہے کیا اب ان کے لئے
کوئی نیکی کی صورت ہے؟ آپ سن اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! چار چیزیں
تجھ پر باقی ہیں۔ ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے وعدے پورے
کرنا، ان کے دوستوں کی عزت رنا اور ان کے پیدا کئے ہوئے رشتوں کو
برقرار رکھنا۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی (endowment) بعد از وفات مردوں کو
فائدہ دیتی ہے جب بھی کوئی شخص اپنے بڑوں کو بھیجے چاہے وہ کسی صورت میں بھی ہو۔
حلوہ پوریاں پکائی جائیں یا کھیر پکائی جائے یا باغ صدقہ کیا جائے یا مدارس بنوا کر دیئے
جائیں ان کو ضرور فائدہ ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ مرنے والا دعا کی انتظار میں رہتا ہے:

”عن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ما البیت فی قبر الا کالغریق المتغوث ینتظر
دعوة ملحقه من اب او ام او اخ او صديق فاذا تلحقه کان
احب الیه من الدنیا وما فیها و ان اللہ تعالیٰ لیدخل علی
اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال و ان هدیة
الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم“

(مشکوٰۃ شریف، باب الاستغفار و التوبہ، 1-206)

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والا قبر میں ڈوبنے والے اور فریاد کرنے والے کی طرح ہے جو کہ دعا کی انتظار میں ہوتا ہے۔ جو اسے ماں، باپ، بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب ان میں سے کسی کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس میت کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ضرور اہل قبور کے لئے داخل کرتا ہے۔ اہل زمین کی دعائیں پہاڑوں کی مانند بنا کر اور بے شک زندوں کا ہدیہ مردوں کے لئے استغفار ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جو مردہ قبر میں دعا کا منتظر رہتا ہے کہ مجھے ان کی طرف سے کوئی خبر پہنچے جو اسے ماں باپ بھائی یا دوست بھیجتے ہیں۔ یہ دلیل عظیم الشان (superb) ایصال ثواب پر دلالت کرتی ہے لہذا ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اعمال ثلاثہ کا ثواب ہمیشہ جاری رہتا ہے:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جاریة او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ“

(مسلم شریف کتاب الوصلہ 2: 41)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین اعمال منقطع نہیں ہوتے۔ صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔ انسان کے مرنے کے بعد کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا اجر و ثواب منقطع نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے۔“

فائدہ

(1) صدقہ جاریہ:

مسجد، مدرسہ، ہسپتال، یتیم خانہ، لائبریری وغیرہ یا طالب علم کو دینی کتابیں لے کر دینا کہ جب تک وہ پڑھے گا اور پڑھائے گا اور پھر وہ آگے شاگرد بنائے گا پھر اسی طرح قیامت تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور اسی طرح لے کر دینے والے کو ثواب ملتا رہتا ہے۔

(2) علم نافع:

کسی شخص کو مرنے والے نے علم سے روشناس کرایا تھا۔ قرآن پاک، حدیث مبارکہ، فقہی مسائل دیگر دینی مسائل سکھائے، جب تک وہ پڑھتا رہے گا عمل برتا رہے گا مرنے والے کو قبر میں اس کا اجر و ثواب پہنچتا رہے گا۔

(3) نیک اولاد:

نیک اولاد کی دعا خواہ وہ اجتماعی ہو یا انفرادی، خلوت میں ہو یا جلوت میں۔ ہر حال میں اولاد کی دعا، والدین کو فائدہ دیتی ہیں۔

لہذا یہ تمام محافل، گیارہویں، ختم قل، چہلم، سالانہ، کوٹھے وغیرہ کرنا جائز ہے۔ اور یہ بات تصدیق یقین ہے کہ ان کا ثواب ان کو ضرور پہنچتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دعا بلندی درجات کا سبب ہے:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الرجل لترفع له الدرجة فی الجنة فیقول یا رب انی لی ہذہ فیقال باستغفار ولدک لک“

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب 260)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے جنت میں درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ وہ بندہ کہتا ہے۔ اے میرے رب! میرے لئے بلندی کہاں سے آگئی ہے؟ پس کہا جاتا ہے کہ تیرے بچے کی تیرے لئے استغفار کی وجہ سے۔“

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ باطل (superstition) عقیدے والے اپنے دلائل میں باطل ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کرنا ناجائز ہے جبکہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تیرے بچے کی تیرے لئے استغفار کی وجہ سے ہے جو کہ اس نے تمہیں بھیجا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت جب اٹھے گی تو بوجہ ایصالِ ثواب گناہوں سے پاک ہوگی:

”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتی امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها و تخرج من قبورها لا ذنوب علیها تمحص عنها باستغفار المومنین لها“ (شرح الصدور، 307)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت مرحومہ ہے یہ قبروں میں داخل ہوگی گناہوں کے ساتھ اور اپنی قبور سے نکلے گی اس طرح کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ ان کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا مومنوں کے استغفار کے سبب“

لہذا ایصالِ ثواب کرنا اگرچہ کونڈے کا نام بھی دیا جائے تو جائز ہے۔

مومن و مسلم کو ثواب پہنچتا ہے:

”عن عمرو بن شعيب عن ابیه عن جدہ ان العاص ابن وائل اوصی ان یعتق عنہ مائة رقبة فاعتق ابنہ هشام“ خمسون

رقبة فاراد ابنہ، عمرو ان يعتق عن الخبيسن الباقية فقال
حتى اسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى النبي صلى
الله عليه وسلم فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان
ابو . اوصى يعتق مائة رقبة و ان هشاما اعتق عنه خبيسن و
بقيت عليه خمسون رقبة افاعتق عنه ؟ فقال رسول الله صلى
الله عليه وسلم انه لو كان مسلما فاعتقتم عنه او تصدقتم
عنه او حججتم عنه بلغه ذلك ” (ابوداؤد کتاب الوصايا 2:43)

” حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے
ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے
جائیں۔ چنانچہ اس کے بیٹے ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد
کر دیئے پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن عاص نے ارادہ کیا کہ اس کی
طرف سے باقی پچاس غلام آزاد کر دے تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر ہی ایسا کروں گا۔ چنانچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے سو غلام آزاد کئے
جائیں۔ ہشام نے اس کی طرف سے پچاس آزاد کر دیئے ہیں اور پچاس
باقی ہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے غلام آزاد کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا وہ اگر مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد
کرتے تو اسے ایصالِ ثواب پہنچ جاتا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں ایک قانون ارشاد فرمایا ہے۔
مرنے والا مومن و مسلم ہو تو دعا و استغفار، صدقہ و خیرات اس کو نفع دیتا ہے اور اگر مومن و
مسلم نہیں ہے تو

(۱) اس کے لئے دعا و استغفار کرنا جائز ہے۔

(۲) اگر اس کے لئے جہالت و لاعلمی کی وجہ سے دعا کر دی جائے تو اس دعا و

استغفار کا فائدہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے دیوبند مکتبہ فکر کے فاضل مولوی محمود الحسن محدث

دیوبندی لکھتے ہیں۔

”انہ لو کان مسلماً دل علماً ان الصدقة لا ينفع الكافر ولا

تنجیہ و علی ان المسلم، ینفعه العبادة المالیة و البدنیة“

(حاشیہ ابوداؤد تحت الحدیث مذکورہ بالا)

”لو کان مسلماً یہ دلالت کرتا ہے کہ صدقہ کافر کو فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی

نجات اور یہ یعنی (لو کان مسلماً) دلالت کرتا ہے اس پر کہ عبادات مالیہ اور

عبادت بدنیہ فائدہ دیتی ہیں مومن و مسلم کو

”کان صلی اللہ علیہ وسلم یقول تنفع الصدقة و الصوم کل

من اقر لله التوحید و مات علی ذالک“

(کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ 1: 274)

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے صدقہ و خیرات اور روزہ ہر اس شخص کو

فائدہ دیتا ہے جو اللہ کے واحدہ لا شریک ہونے کا اقرار کرے اور اسی حال

میں فوت ہو جائے۔“

تو چونکہ مسلمان بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی یاد میں صدقہ و خیرات

کرتے ہیں کونڈوں کی صورت میں تو یہ جائز ہے اور اس دن مسلمانوں کی یہ دلی خواہش

(Yearn) ہوتی ہے کہ وہ کونڈے کا نام دے کر کھیر پکائیں یا حلوہ پوریاں پکائیں اور

ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر تقسیم کر دیں تو بھی جائز ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا طشتری میں صدقہ و خیرات مرنے والے کو پیش کرنا:

”عن انس رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول ما من اهل میت یوت منهم میت یتصدقون عنہ بعد موتہ الا اھدا ھالہ جبرائیل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العبیق ھذہ ھدیۃ اھداھا الیک اھلک فاقبلھا فتدخل علیہ ففرح بہا ویستبشر و یحزن جیرانہ الذی لا یھدی الیم شیء“

(شرح الصدور 308)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والے کے ورثاء مرنے والے کی طرف جو صدقہ و خیرات کرتے ہیں تو سید الملائکہ جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ اس ہدیہ کو نور کی طشتری پر رکھ کر قبر کے کنارے پر کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں۔ اے صاحب قبر اٹھ یہ تیرا ہدیہ ہے جو تیرے اہل والوں نے تیری طرف بھیجا ہے پس وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور خوش و غمگین ہوتا ہے اس کا وہ ہمسایہ جس کی طرف کوئی چیز ہدیہ نہیں کی جاتی ہے۔“

فائدہ:

تو معلوم ہوا کہ فی الفور وہ صدقہ یا خیرات جس کو بھیجا جاتا ہے اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے مسلمان کوئٹے کی صورت میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہوتے ہوں گے۔

پانی کے ذریعے ایصالِ ثواب

”عن سعد بن عبادۃ انه قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امر سعد ماتت فاي الصدقة افضل قال الباء فحضر بئراء وقال هذه لام سعد“

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶)

”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کی والدہ فوت ہو گئیں پس کس چیز کا صدقہ کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی، انہوں نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔“

فائدہ:

دنیا میں والدین، عزیز و اقارب اور بزرگوں کے جوہم پر احسانات ہیں ان کے وصال کے بعد ان سے حسن سلوک ان کو یاد کرنے اور احسانات کا بدلہ چکانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب کیا جائے۔ اس بات کو سمجھنا (Comprehent) ضروری ہے کہ آج کے ہمارے اس دور میں دیہاتوں میں لوگ مسافروں کے راستوں میں ہینڈ پمپ لگاتے ہیں تاکہ گزرنے والے مسافروہاں سے پانی پی کر اپنی پیاس بجھا سکیں اور شہروں میں ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے والدین یا دیگر عزیزوں کے ایصال کے لئے مساجد میں، گزرگاہوں پر اور جگہ جگہ ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کے لئے الیکٹرک واٹر کولر اور سبیلیں لگاتے ہیں۔ یقیناً یہ عمل ایصالِ ثواب کا باعث ہے اور اس کی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ جب ختم پڑھا جاتا ہے تو پانی سامنے رکھ دیا جاتا ہے پھر یہ بھی ایصالِ ثواب فاتحہ خوانی (commemoration) کی صورت میں جائز ہوا کیونکہ کوئٹے ایصالِ ثواب کا دوسرا نام ہے اور وہ کسی طریقے سے بھی ہو لہذا کوئٹے کرنا جائز ہوا۔

تمام احادیث مبارکہ سے اور قول اسحاب کرام علیہم الرضوان سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنا جائز ہوا جو کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایصالِ ثواب کسی بھی بزرگ کو کیا جاتا ہے اس میں کسی کو متقید نہیں کیا گیا اور نہ ہی وقت کو مقرر کیا گیا کہ فلاں وقت ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا کرو۔ لہذا جو مسلمان ایصالِ ثواب کو بنام کونڈے دے کر اگر کسی وقت بھی کرتا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ مقصد تو ایصالِ ثواب کرنا ہے اور نام کوئی بھی دے سکتے ہیں۔ اگر وہ تھوڑا سا خرچ بھی کرے یا زیادہ خرچ اس کی اپنی مرضی سے ہے اگر وہ چیز چاہے پیالوں میں رکھے یا پلیٹوں میں رکھے ان کی اپنی مرضی پر ہے۔ مقید نہیں کیا جائے گا لیکن جو کم ظرف لوگ ہیں۔ وہ وقت کو مقید کرتے ہیں اور ساتھ باطل شرطیں لگاتے ہیں تو یہ جہالت ہے مثلاً یہ کہنا اذانوں سے پہلے یہ کام ختم کرنا ہے تو یہ ان کی جہالت ہے۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بعد بزرگوں کے قول سے ثابت کرتا ہوں کہ ایصالِ ثواب کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ کیونکہ آج کے گستاخوں نے تو اس کو حرام بھی کہا ہے جبکہ ان کے متقدمین کا اس پر عمل تھا۔

(۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

(۱) باب وصول ثواب الصدقات الی المیت

(۲) باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته

(مسلم شریف 2: 41)

”اپنی صحیح مسلم میں ان عنوانات کا قائم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام مسلم علیہ الرحمہ کے نزدیک میت کو صدقات وغیرہ کا ثواب وفات کے بعد بھی پہنچتا ہے۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

امام شافعی کا بیان ہے۔

”كما تكون الا نابة في الحج عن الاحياء كذلك تكون عن

الاصوات“ (فقہ علی المذاہب الاربعہ، کتاب الحج 1:710)

”جیسے حج میں زندوں کی طرف سے نیابت جائز ہے اسی طرح مردوں کی

طرف سے نیابت جائز ہے۔“

(3) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

امام محمد کا بیان ہے۔

”عن سعید ابن المسيب يقول ان الرجل ليرفع بدعاء ولده

من بعده“ (مؤطا امام محمد 386)

”حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ آدمی کے درجات موت کے بعد

اس کی اولاد کی دعا سے بلند ہوتے ہیں۔“

(4) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ امام نووی سے نقل کرتے ہیں کہ

”امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ ہر زمانہ میں جمع ہوئے اور

قرآن پاک کی تلاوت کر کے اپنے مردوں کے لئے بغیر اختلاف کے اس پر اجماع

ہے۔ معلوم ہوا کہ میت کے لئے قرآن پاک اور دیگر ذکر و اذکار کے لئے جمع ہونا

مسلمانوں کا ہمیشہ شیوہ رہا ہے ختم قل، ختم دسواں، چہلم، سالانہ ختم، ششماہی ختم، ختم

گیارہویں عرس وغیرہ کی محافل بھی ان کے مردوں کو فائدہ (Advantage) دیتا

ہے۔“

(5) امام ابن ہمام کمال الدین علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

بیان فرماتے ہیں کہ

”من جعل شينا من الصالحات بغيره نفعه الله به“

(فتح القدر شرح ہدایہ۔ کتاب الحج 3:66)

”جو شخص اپنی نیکیوں میں سے اپنے غیر کے لئے اس کے ثواب کو بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کا نفع اس کو عطا فرماتا ہے۔“

(6) زین الدین حکیم مصری علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

آپ بیان فرماتے ہیں۔

”ان الانسان له، ان يجعل ثواب عمده لغيره صلاة او صوما

ا، صدقة او قراة قرآن او ذكراً او طوافاً او حجا او عمرة او

غير ذلك“

”بے شک انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنے عمل کے ثواب کو اپنے غیر کے

لئے بنا دے۔ وہ عمل نماز، روزہ، صدقہ و خیرات، تلاوت قرآن، ذکر

طواف، حج یا عمرہ وغیرہ“

آپ نے یہ بھی فرمایا۔

”فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من

الاموات و الاحياء جاز و يصل ثوابها اليهم“

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق 3: 59)

”پس بے شک جس شخص نے نغلی روزہ رکھا، نغلی نماز ادا کی یا صدقہ و خیرات

کیا اور اس کے ثواب کو اپنے غیر کے لئے بنایا، وہ غیر خواہ زندہ ہو یا مردہ ہو

یہ عمل جائز ہے اور ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔“

ابن حکیم علیہ الرحمہ نے بدنی عبادت یعنی نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر الہی، مالی

عبادت یعنی صدقہ و خیرات، بدنی و مالی کا مجموعہ یعنی عمرہ، ان تمام عبادتوں کا ثواب

دوسرے کو ایصال ثواب کرنا، درست جائز اور قابل تحسین عمل قرار دیا ہے۔“

تو معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ تمام کچھ ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کو

اس کا بدلہ دیا جاتا ہے کہ اس کی روزی میں برکت جاتی ہے۔

(7) ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”یصل للمیت ثواب کل عبادہ فعلت عنہ واجبة او مندوبة“

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح 4:284)

”میت کو ہر عبادت کا ثواب پہنچتا ہے۔ خواہ تو اس کی طرف سے واجب ادا کرے یا نفل ادا کرے۔“

لہذا معلوم ہوا کہ مسلمان تو نفل کی صورت میں کوئٹے کرتے ہیں۔ جن کو بنام ایصال ثواب کہا جاتا ہے۔ بنیادی (Radical) طور پر ان کا یہ ایصال ثواب کرنا خصوصاً امام جعفر رضی اللہ عنہ کو جائز ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

فوت شدگان کا صدقہ اور دعا و استغفار کے ذریعے مدد و معاون بنا رہا ہے کیونکہ مردوں کو زندوں کی مدد کی شدید محتاجی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی حصہ سوئم، دفتر اول مکتوب: ص 63)

اگر کسی آدمی کی روح کو صدقہ کر کے تمام مومنوں کو اس میں شریک کر دیں تو تمام کو پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کا جس کی نیت سے دیا گیا تھا اس سے بھی کچھ اجر کم نہیں ہوتا۔

”ان ربك واسع المغفرة“

(مکتوبات امام ربانی حصہ ہشتم دفتر سوئم مکتوب 28 اردو)

حضرت مجدد الف ثانی کا اپنا طریقہ ایصال ثواب:

آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فقیر کی یہ عادت تھی کہ اگر ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا تھا تو آل عبا کی روحانیت مطہرہ کے لئے مخصوص کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایصال ثواب میں حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت امین کریمین رضی اللہ عنہم کو ملاتا تھا۔ ایک رات فقیر خواب میں دیکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں فقیر

آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کی بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں اس دوران فقیر سے فرمایا کہ میں کھانا عائنہ کے گھر سے کھاتا ہوں۔ جو شخص مجھے کھانا بھیجے عائنہ کے گھر بھیجے۔ اس وقت معلوم ہوا توجہ شریف مبذول نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت عائنہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت صدیقہ بلکہ آپ کی باقی تمام ازواج مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت کے توکل کرتا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ اول مکتوب 36)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

میرے آقا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ و علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ مع درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے۔ انشاء اللہ عزیز پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے دونوں کے لئے ذریعہ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو ثواب دگنا ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو ثواب تین گنا ہوگا۔ اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مومنین و مومنات کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اس طرح پڑھنے والے کو بڑا ثواب ہوگا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت 1: 81)

ان تمام بزرگوں کے اقوال سے صاف اور واضح (To stant to season) ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے چاہے کسی مسلمان یا مومن کو بھی کیا جائے۔ جب کسی چیز کی قید نہیں ہے قرآن و حدیث و بزرگان دین علیہم الرحمہ کے اقوال سے تو بدرجہ اولیٰ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہوا۔ اگرچہ ان کو کوئٹہ کا نام بھی دیا جائے۔

اور آج کل کے جو گستاخ ان کو بدعت و ناجائز کہتے ہیں انہیں ڈوب کر مر جانا چاہئے کہ ان کے بڑوں کے عقائد ایصالِ ثواب کے بارے میں کیا تھے۔ چند ایک حوالہ جات نقل کرتا ہوں۔

علماء غیر مقلدین کے عقائد

علامہ ابن القیم کا عقیدہ:

غیر مقلد عالم علامہ ابن القیم لکھتے ہیں۔

”افضل ما يهدى الى الميث العتق، و الصدقة و الاستغفار له
والدعاء له والحج عنه و اما قراءة القرآن و اهداؤه هاله
تطوعا بغير اجرة فهذا يصل اليه كما يصل ثواب الصوم و
الحج“ (كتاب الروح 143)

”بہترین ہدیہ جو میت کو دیا جاتا ہے وہ غلام آزاد کرنا، صدقہ و خیرات کرنا
اس کے لئے استغفار کرنا، اس کے حق میں دعا کرنا، اس کی طرف سے حج
کرنا ہے۔ قرآن پاک کا پڑھنا اور اس کا ہدیہ دینا، میت کو ثواب طلب
کرتے ہوئے بغیر اجرت کے اس کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے جیسا کہ
روزہ اور حج کو ثواب پہنچتا ہے۔“

علامہ ابن قیم کے نزدیک مالی عبادت ہو یا بدنی یا دونوں کا مجموعہ تمام عبادتوں کا
اجر و ثواب میت کو کرنا جائز اور اس کا نفع بھی میت کو ہوتا ہے۔ علامہ ابن قیم اپنی کتاب
الروح میں لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرنے والے کے لئے حج کے بارے میں سوال ہوا تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے لئے حج کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ روزے
کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کی اجازت عطا فرمائی۔
میت کی طرف صدقہ و خیرات کرنے کا سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ و
خیرات کرنے کی اجازت دی۔

”ولم يمنعهم مما سوى ذلك“ (كتاب الروح 143)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے علاوہ کسی سے منع نہیں فرمایا“

فائدہ:

اشياء میں اصلی اباحت ہے حرام ہونے کے لئے ممانعت کی ضرورت ہے خواہ جس عمل سے شروع ہوا اور جس عمل سے شریعت نے منع کیا اس کا کرنا حرام۔ جس عمل کو کرنے کا حکم دیا اس کا کرنا فرض اور جس سے شریعت نے حکم نہ دیا، نہ منع کیا اس کا کرنا مباح، جائز، لہذا ایصال ثواب کی موجودہ شکل و صورت سے شریعت نے منع نہ کیا لہذا اس کا کرنا جائز ہے۔ چاہے کوئٹہ کا نام بھی دیا جائے۔ علامہ ابن قیم کے نزدیک ایصال ثواب کی کوئی بھی محفل ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کو کوئی بھی نام دیا جائے لیکن آج کے ملوثوں کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیسے اپنے بڑوں کی اطاعت کرتے ہیں، کیا بات ہے (very interesting)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا عقیدہ:

مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق بھوپالی لکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس بن تیمیہ نے کہا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع (remuneration) ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجہ سے باطل ہے۔

(1) انسان کو دوسرے کی دعا سے نفع پہنچتا ہے۔ اور یہ عمل غیر سے فائدہ

پہنچاتا ہے۔

(2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں پہلے حساب کے لئے شفاعت

فرمائیں گے پھر جنت میں دخول کے لئے سفارش کریں گے اور آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔

(3) مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائے گی اور یہ عمل

غیر سے نفع ہے۔

(4) سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کئے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔

(5) نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔

(6) حدیث شریف میں ذکر ہے کہ ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص بخشا گیا۔ جس نے ذکر نہیں کیا تھا صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے بخشا گیا۔

(فتح البیان ج ۹ ص 143، 144 مطبوعہ مطبع بولاق مصر الطبعة الادنیٰ ۱۳۰۱ھ)

(بیان القرآن ج ۱ ص 591، 592)

ملاحظہ فرمائیے کہ!

ان کے بڑے جتنے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ نفع پہنچتا ہے لیکن ان کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے، اپنے بڑوں کے بھی مطیع نہیں ہیں۔ پتہ نہیں کہاں سے نیا دین نکال آئے جو قرآن و حدیث کے بھی مخالف ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر سے نفع پہنچتا ہے اور جب بھی کوئی مسلمان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو تو سل بنا کر ایصالِ ثواب بنا کر کونڈے کرتا ہے تو ان کو بھی نفع پہنچتا ہے۔

دیوبندی علماء کے عقائد

مولوی اسماعیل دہلوی کا عقیدہ:

دیوبندی علماء کے سرخیل مولوی اسماعیل لکھتے ہیں۔

”جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو

پہنچائے اور جناب الہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریقہ ہے یہ بہت

بہتر اور مستحسن طریقہ ہے۔“

(صراطِ مستقیم، 110، شمارہ، انامیل شہید اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

دیوبندی علماء کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔
 ”ثواب پہنچانے کی شکل جو اس زمانے میں رائج ہے کسی ایک کے ساتھ مخصوص
 نہیں ہے۔ حضرت غوث پاک قدس سرہ کی گیارہویں رسوم، دسواں، چالیسواں،
 ششماہی، برسی وغیرہ اور توشنہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردو لوی رحمۃ اللہ علیہ سرمنی حضرت بو
 علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ شب برات کا حلوہ اور ایصالِ ثواب کے دوسرے طریقے اسی
 قاعدے پر مبنی ہیں فقیر کا مشرب اس سلسلے میں یہ ہے میں ان خاص شکلوں کا پابند ہوں۔
 مگر کرنے والے پر انکار بھی نہیں کرتا۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ: 22، علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور 1991)

ملاحظہ فرمائیے کہ!

یہ لوگ کتنے ضدی (Invetererate) ہیں کہ ان کے بڑوں کے کیا عقائد
 تھے۔ ان کے نزدیک تو جائز ہیں لیکن ان گستاخوں کے نزدیک ناجائز ہیں۔ اور ان کے
 بڑے خود تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کو تسلیم کرنے میں موت آتی ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی کا عقیدہ:

جماعت اسلامی کے بانی الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

”ایصالِ ثواب نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہر طرح کی عبادات اور نیکیوں کے
 ثواب کا ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کئی خاص نوعیت کے اعمال
 کی تخصیص نہیں۔“ (تفہیم القرآن 5: 217)

محمد یوسف اصلاحی دیوبندی کا عقیدہ:

لکھتے ہیں کہ تمام نقلی عبادات چاہے وہ مالی ہوں جیسے صدقہ و خیرات اور قربانی یا
 بدنی جیسے نماز، روزہ ان کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔ آدمی اپنی جس عبادت کا ثواب
 کسی میت کو پہنچانا چاہے فارغ ہو کر خدا سے دعا کرے کہ پروردگار میری اس عبادت کا

اجر و ثواب فلاں میت کی روح کو پہنچا دے۔ خدا کے بے پایا فضل سے توقع ہے کہ وہ میت کو اس کا اجر و ثواب پہنچائے۔ (آسان فقہ 1: 461)

(۱) جو شخص اپنی کسی عبادت کا اجر و ثواب کسی میت کو پہنچاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس میت کو بھی ثواب پہنچاتا ہے اور عبادت کرنے والے کو بھی محروم نہیں کرتا بلکہ اپنے بے پایا فضل سے اس کو بھی اپنی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتا ہے خدا کے اس بے حساب فضل و کرم کا تقاضہ ہے کہ بندہ مومن جب بھی کوئی نفعی عبادت کرے۔ اس کا اجر و ثواب صالحین کی روح کو بھی پہنچائے۔

(2) اگر کوئی شخص اپنے کسی ایک عمل کا ثواب کئی مردوں کو پہنچائے تو وہ اجر ان میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ خدا اپنے فضل سے سب کو پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔

(آسان فقہ، محمد یوسف صلاحي 1: 462 اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ 13 ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور پاکستان)

ملاحظہ فرمائیے کہ!

یہ لوگ کتنا فریب خوردہ (dupe) ہیں ان کے مولویوں کے نزدیک جو ایصال ثواب کرتا ہے اس کو بھی نفع ہوتا ہے اور جس کو کیا جاتا ہے اس کو بھی نفع ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ جو مسلمان ایصال ثواب بنام کوئٹے دے دے کر کرتے ہیں۔ جائز ہے ان کے اپنے قول کے مطابق کہ ایصال ثواب کرنے والے کو بھی نفع پہنچتا ہے۔ لہذا مسلمان اگر کوئٹے کرتے ہیں اس نیت سے کہ اس بزرگ کے وسیلے سے ہماری پریشانیاں یا اللہ تبارک و تعالیٰ دور فرمادے تو بھی جائز ہے۔

ان تمام اقوال قرآن و حدیث و اقوال بزرگان دین و اقوال مخالفین سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کسی کو بھی کیا جاسکتا ہے چاہے وہ کوئی مسلم بھی ہو جب ایصال ثواب ہر کسی مسلم کو کیا جاتا ہے جائز ہے تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بھی ایصال ثواب بنام کوئٹے دے کر کرنا بھی جائز ہوا۔ جو اس کے مخالف ہیں وہ اپنا نیا دماغ کسی میڈیکل

سنور سے لے کر ڈالوائیس تاکہ ان کی مزید گستاخیاں بڑھیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا عقیدہ:

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب سے سوال کیا گیا کہ اُن نیک عمل کا ثواب دوسروں کی روح کو بخشا جائے تو بخشے والے کے لئے کیا نفع ہوا؟ اس کے جواب میں مولانا حدیث کا حوالہ دینے کے بعد لکھتے ہیں۔

”ثواب بخش دینے سے بھی عامل کے پاس پورا ثواب رہتا ہے۔“

(امداد الفتاویٰ ج 5 ص 399)

نیز لکھتے ہیں

ہر شخص کو اختیار ہے کہ عمل کا ثواب مردہ کو یا زندہ کو دے دے جس طرح مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ (التذکیر حصہ سوم ص 55)

تھانوی صاحب ایصالِ ثواب کرنے کے ادب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ثواب بخش دیا کرو، زیادہ کی ہمت نہ ہو مثلاً تین بار ”قل هو اللہ احد“ پڑھو ایک کلام مجید کا ثواب پہنچ جائے گا۔ (کلماتِ اشرفیہ ص 190)

کلماتِ اشرفیہ میں ہے

فرمایا میں جو کچھ روزمرہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تمام انبیاء علیہم السلام و صلی، عام مسلمین و مسلمات کو جو مرچکے ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے سب کو بخش دیتا ہوں۔ (کلماتِ اشرفیہ ص 191)

فائدہ نمبر 1

ملاحظہ فرمائیے کہ

دیوبندیوں کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا کرو تو پہنچ

جاتا ہے۔

تو لہذا کوئٹوں میں بھی پٹھ پہلے پکایا جاتا ہے پھر اس پر کچھ پڑھا جاتا ہے پھر اس کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے تو کوئٹے کرنا جائز ہوا۔

فائدہ نمبر 2

ان کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ روزانہ پڑھتا ہوں ان کا ثواب تمام کو بھیجتا ہوں۔

تو معلوم ہوا کہ جب تمام مسلم کو عام ہے تو اس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تو ہیں ان کو بھی کرتے ہوں گے لہذا بنام کوئٹے ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

فائدہ نمبر 3

کہتے ہیں کہ کسی خاص موقع پر کسی خاص شخص کے لئے بھی کچھ علیحدہ پڑھ کر بخش دیتا ہوں۔

تو جو جو خاص مواقع ہیں ان میں گیارہویں شریف، کوئٹے بھی تو ہیں لہذا ان کو بھی کرتے ہوں گے تو یہ لوگ اپنے بڑوں کی پیروی نہیں کر رہے بلکہ ان کی مخالفت (Contra) کر رہے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور اپنی گستاخی میں اضافہ نہ کریں بلکہ ایصال ثواب کیا کریں تاکہ ان کو بھی اپنے بزرگوں کی یاد آتی رہے جیسے کہ ہم اپنے بزرگوں کی یاد تازہ کرتے ہیں اور ان کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

قارئین کرام!

تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس دور کے اندر بھی تھا اور اب بھی باقی ہے اگرچہ ان کو بنام

کوٹھے بھی دیا جائے کیونکہ مقصود تو کسی بزرگ کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔ لہذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کرنا بھی جائز ہے۔

22 رجب کے کوٹھے:

22 رجب کو کوٹھے کرنا جائز ہے جس میں مسلمان حلوہ پوریاں یا کھیر پکا کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور اس چیز کو بانٹ دیتے

تین۔

دلیل:

جس امر کے ناجائز ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو وہ جائز ہوتا ہے۔ لہذا کوٹھوں کے ناجائز ہونے کی شرعی دلیل نہیں پس کوٹھے بھی جائز ہوئے۔ اس شرعی اصول کے ثبوت کے لئے امام اہل سنت مجدد دین و ملت امی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ و الرحمہ اپنی تصنیف فتاویٰ رضویہ جلد دوم اور اقامتہ القیامہ غیر ہما (ملاحظہ ہو اور یہ کلیہ کوٹھوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیر مقلدین) کو بھی پسند (Comely) ہے۔ چنانچہ مدرسہ دیوبند کے پہلے مفتی مولوی عزیز الرحمن دیوبندی صاحب سے سوال کیا گیا کہ جو شخص رمضان المبارک میں نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھ سکے وہ نماز وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں تو انہوں نے اس سوال میں یوں جواب دیا کہ اس میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کا ثبوت یہ پیش کیا کہ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

(فتاویٰ دیوبند جلد ۲ ص 152 طبع ملتان)

اسی طرح نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کے ابتداء میں تسمیہ پڑھنے کے بارے میں بھی انہوں نے جواز کا فتویٰ دے کر اس کی وجہ جواز یہ بتائی کہ چونکہ یہ ممنوع نہیں اس لئے جائز ہے۔ (فتاویٰ دیوبند جلد ۲ ص 147-148)

غیر مقلدین کے امام مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے سوال ہوا کہ حلال جانور کے کون کون سے اور کتنے اعضاء حرام ہیں؟ تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ حلال

جانور کا کوئی عضو بھی حرام نہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ان کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

(گویا حلال جانور کے کپوروں اور آلات تناسل وغیرہ کا کھانا بھی ان کے نزدیک بلا کراہت درست ہے)

(فتاویٰ نذریہ جلد ۳ ص 320-321 طبع اہل احادیث اکادمی لاہور)

پوری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جس امر کے ناجائز ہونے کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، علماء دیوبند اور غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ وہ جائز ہوتا ہے پھر جب کوئٹوں کے ناجائز ہونے کا بھی کوئی شرعی ثبوت نہیں تو وہ بھی جائز ہوئے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعاً علیحدہ دلیل کی ضرورت کسی امر کے جواز کے لئے نہیں بلکہ اس کے عدم جواز کے لئے ہوتی ہے پس جو کوئٹوں کے ناجائز ہونے کا مدعی ہو ان کی ممانعت کی واضح شرعی دلیل کا پیش کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

اگر مخالفین کے علماء نے کوئٹوں کے ناجائز ہونے پر کوئی فتویٰ (Adjudicate) دیا ہے تو ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہم کبھی کوئٹے نہیں کریں گے۔ اگر نہیں لاسکتے تو ان کو بھی چاہئے کہ کوئٹے کریں اور اس کی مخالفت میں لوگوں کو خراب نہ کریں۔ تو انشاء اللہ کبھی بھی یہ ناجائز ہونے پر دلیل نہیں لاسکتے۔

اگر یہ لوگ اس فعل کو حقیر (Depreciate) سمجھتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ توبہ کریں کیونکہ ایصالِ ثواب کا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نص سے بھی ثابت ہے جو چیز نص سے ثابت ہو اور اس کو بغیر شرعی دلیل کے ناجائز کہہ دینا برا فعل ہے اور حرام ہے لہذا ان کا کوئی مولوی دلیل نہیں دکھا سکتا اور نہ ہی قیامت تک لاسکتے ہیں۔

کوئٹوں کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے یعنی حلال کھانے کی خیرات اور تلاوت قرآن (وغیرہ عبادت) کا ثواب حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو ہدیہ کرنا ہے جبکہ ایصالِ ثواب کا حق درست اور

جائز ہونا قرآن و سنت اور سلف صالحین کے قول و عمل سے ثابت ہے پس ایصالِ ثواب کا جائز ہونا کوٹڈوں کے جواز و ثبوت کی دلیل ہے۔

نکتہ:

شاید کوئی شخص بغض رکھے مذکورہ دلائل (ایصالِ ثواب) میں تو مطلقاً ایصالِ ثواب کے جواز کا بیان ہے ان میں بائیس رجب کے کوٹڈوں کا کوئی واضح ذکر نہیں ہے پس ان سے کوٹڈے کیسے جائز ثابت ہوئے؟

تو ان (فریب دینے والے) معترض کا منشاء اس سے یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز کے شرعاً ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن و سنت میں وضاحت کے ساتھ اس کی موجودہ شکل سمیت اس کا نام لے کر اسے جائز کہا گیا ہو جو درست نہیں۔

صحیح یہ ہے کہ کسی امر کے جواز کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہوتا ہے کہ دلائل شرعیہ کے عموم و اطلاق کے ضمن میں اس کی اصل پائی جاتی ہو بشرطیکہ کوئی علیحدہ دلیل شرعی اس کے اس حکم سے خارج ہونے پر بھی قائم نہ ہو۔ پس جب کوٹڈوں کی اصل بھی ایصالِ ثواب کے دلائل کے عموم و اطلاق سے ثابت ہے اور کوئی علیحدہ دلیل شرعی بھی کوٹڈوں کے اس خارج ہونے پر قائم نہیں تو ان کے جواز کے ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے لئے مزید کسی علیحدہ دلیل کی حاجت نہ رہی جس کا مطالبہ محض سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں رکھتا۔

کوٹڈوں کی تاریخ تخصیص کرنے کی وجہ:

22 بائیس رجب کے کوٹڈے ہوں یا ایصالِ ثواب کا کوئی اور طریقہ ہو جو اس سے ملتا جلتا (indentical) ہو ان میں سے کسی کے جائز ہونے کے لئے شریعت مطہرہ نے نہ تو کسی تاریخ کو لازمی قرار دیا ہے اور نہ ہی اس کے لئے مخصوص ذائقہ والی کوئی مخصوص مقدار کی طعام کا ہونا شرط کیا ہے بلکہ شرعاً ایصالِ ثواب - حلالِ طعام پر ہر وقت درست ہے اسی طرح شریعت نے یہ ضروری نہیں کیا کہ اس کے طعام کو کسی خاص قسم کے (مٹی

وغیرہ کے) برتنوں میں رکھ کر اس پر ختم شریف پڑھا جائے بلکہ تمام جائز برتنوں میں اسے رکھا جاسکتا ہے یونہی شریعت نے یہ بھی لازم نہیں کیا کہ اس کو صرف مخصوص لوگ مخصوص جگہ پر بیٹھ کر کھائیں بلکہ ختم شریف کی محفل کے شرکاء وغیرہ شرکاء تمام مسلمانوں کو شرعاً اس کے کھانے کی اجازت ہے۔

نیز شرعاً یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ختم شریف طلوع آفتاب سے پہلے ہو بلکہ وہ دوسرے تمام اوقات میں بھی جائز ہے۔ اگر کوئٹوں کے جواز کو ان تخصیصات پر موقوف سمجھتا ہے تو یہ اس کی شدید جہالت اور سخت نادانی ہے جس سے اسے باز آجانا لازم ہے مگر اس کے اس غلط نظریے کی وجہ سے کوئٹے نا جائز نہیں ہو جائیں گے۔ جیسا کہ بعض معاندین کا غلط خیال ہے اس کی تائید علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کے اس قول سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اس جیسی تخصیصات کے بارے میں اپنے رسالہ فیصلہ ہفتہ مسئلہ (ص ۷ طبع دیوبند) میں لکھتے ہیں کہ ”رہا عوام کا غلو؟ اولاً“ اس کی اصلاح کرنی چاہئے اس عمل سے کیوں روکا جائے۔ ثانیاً ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں موثر نہیں ہو سکتا۔

مگر اس وجہ سے اگر ہو!

اگر ان تخصیصات کا اہتمام کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو مثلاً ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ اس لئے مقرر کی کہ دوست و احباب کا اجتماع سہولت سے ہو جائے گا اور اس میں تلاوت قرآن وغیرہ بھی کثرت اور آسانی سے ہو سکے گی۔ اس میں صرف نیک آدمی اس لئے بلائے کہ ان کی برکت سے وہ محفل بارگاہِ الہی میں مقبول ہوگی۔ جگہ اس لئے مخصوص کی کہ اس میں فقراء، مومنین کو پر احترام طریقے سے بٹھایا جاسکے۔ اور نیک لوگوں کو اس لئے اکٹھا کیا کہ اس میں وعظ و نصیحت (Sermon) ہو جائے گی۔ بیٹھا طعام حلوا پوریاں وغیرہ اس لئے تیار کیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا اور آپ کی پسند یقیناً مومن کی پسند ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے ”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا

نَحْبُونُ“ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب تک اپنی پسند کی چیز خرچ نہ کرو تمہیں اصل نیکی ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی۔ اور مٹی کے برتن اس لئے مقرر کئے کہ حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔ سحری کا وقت اس لئے مخصوص کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص رحمت کے نزول کا وقت ہے تو پھر اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ اس حسن نیت کے باعث حصول اجر کی بھی امید ہے۔

(فانما الاعمال بالنیات وانما لكل امری عرفانوی)

جبکہ اہل سنت بھی اس جیسی تخصیصات کا اہتمام انہی شرعی مصالِح کی بنا پر کرتے ہیں جنہیں غلط رنگ دے کر پیش کرنا اور طرح طرح کے حیلے بنانا سراسر زیادتی اور سنی مسلمانوں کے ساتھ عناد اور سخت سوء ظنی ہے۔

سنی اپنی دلیل میں سچے ہیں:

کچھ گستاخ مذہبی فرقہ کی وجہ سے کونڈوں کو ناجائز کہتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنی اس چیز کو واجب قرار دیتے ہیں جبکہ سنی اس کو واجب نہیں کہتے اور نہ ہی واجب سمجھ کر کوٹھے کرتے ہیں۔ جنہوں نے کونڈوں کو ناجائز کہا ہے ان میں ایک مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی آف رحیم یار خان والے ہیں۔ وہ اپنی کتاب باطل کے ہتھکنڈے صفحہ نمبر 6 میں لکھتے ہیں کہ ماہِ رجب میں کونڈوں کو رسمِ واجبی منانا بدعت ہے۔ اسی طرح رسالہ کونڈوں کی حقیقت ص 4 میں بھی ہے پس ان کے اس فتوے سے بھی کونڈے جائز ثابت ہوئے کیونکہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اہل علم کونڈوں کو واجب نہیں سمجھتا بلکہ ہمارے نزدیک صرف جواز اور استحباب کا درجہ رکھتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص کونڈے کرے گا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کرے گا تو اس کو خود بھی ثواب ملے گا۔ لہذا ہمارا مدعی ثابت ہوا کہ ہم اس کو واجب سمجھ کر نہیں بلکہ بزرگوں سے فیض لینے کے لئے مستحب طریقے پر کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ صرف ان کی لادینی (Secular) نہیں بلکہ صرف ہٹ دھرمی ہے کہ یہ لوگ اس

طرح کرتے کیوں ہیں۔ انہیں کوٹھے نہیں منانا چاہئے نہ ہی یہ اپنے کسی بزرگ کو ایصالِ ثواب کریں۔

عشاق اولیاء اللہ کا کوٹھے کے بارے میں عقیدہ اور جواز:

تمام بزرگ علیہم الرحمہ کوٹھے منانے میں جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس کو حرام و بدعت کہنے والے پر دلائل قرآن و حدیث سے رد کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”رجب المرجب شریف کے مہینے کی 22 تاریخ کو یوپی میں کوٹھے ہوتے ہیں یعنی نئے کوٹھے منگائے جاتے ہیں اور سوا سیر میدہ سوا پاؤ شکر سوا پاؤ دیسی گھی کی پوریاں بنا کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کرتے ہیں۔ فاتحہ ہر برتن اور ہر ایک کوٹھے پر ہو جائے گی۔ اگر صرف زیادہ صفائی کے لئے نئے کوٹھے منگالیں تو حرج نہیں دوسرے فاتحہ کے کھانوں کی طرح اس کو بھی باہر بھیجا جاسکتا ہے۔ بائیسویں رجب کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کرنے سے بہت اثری ہوئی مصیبتیں آنا فانا (Intantly) دور ہو جاتی ہیں۔ (بحوالہ کتاب اسلامی زندگی ص 127,69)

مفتی اہل سنت خلیل العما علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری علیہ الرحمہ مہتمم دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد (سندھ) فرماتے ہیں کہ ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصالِ ثواب کے لئے کھیر پوری (حلوہ) پکا کر کوٹھے بھرے جاتے ہیں اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلائے جاتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔

(سنی ہیشتی زیور ص 176 حصہ دوم)

اب بحث طلب بات یہ ہے کہ جب کوٹھے جائز ہیں تو اس کو ناجائز کیوں کہتے ہیں جبکہ ان کو دلائل سے بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔

فاضل اہل سنت شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ماہ رجب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمہ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے پوریوں کے کوئٹے بھرے جاتے ہیں۔ یہ سب جائز ہیں اور یہ ثواب کا کام ہے۔ فاتحہ کے وقت ایک کتاب داستان عجیب بعض لوگ پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں فاتحہ دلاتا چاہئے یہ ثواب کا کام ہے۔ (جنتی زیور ص 389, 390)

مخدوم اہل سنت علامہ ابوداؤد کا عقیدہ:

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد صادق امیر جماعت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ 22 رجب کا ختم شریف سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی یاد میں 22 رجب کا ختم شریف ایصالِ ثواب اہل سنت و جماعت میں معروف ہے مخالفین اہل سنت و منکرین گیارہویں چونکہ محبوبانِ خدا بزرگانِ دین کی یاد منانے اور ختم شریف دلانے کے شروع ہی سے خلاف ہیں اس لئے وہ میلاد عرس و گیارہویں کی طرح 22 رجب کے (فاتحہ کے) بھی بلاوجہ واویلا کرتے ہیں۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ شعبان 1402 ص 22)

ملاحظہ فرمائیے کہ

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ کوئٹے صرف آج کل کے مسلمان بھی نہیں کرتے بلکہ پہلے کے بزرگ علیہم الرحمہ بھی کرتے تھے لہذا کوئٹے کرنا جائز ہے۔

اب میں چند اعتراضات کے جواب عرض کرتا ہوں جو کہ جواز (Legalize) پر دلالت کرنے والے ہیں۔

کیا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات 22 رجب کو ہے؟

کچھ کوئٹوں کے خلاف عنادر کھنے والوں نے ایک یہ بھی مغالطہ دینا چاہا ہے کہ 22 رجب المر جب نہ تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی وفات کی تاریخ ہے۔ 22 رجب کو پھر کوئٹے کیوں کئے جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تمہاری یہ صرف دعا بازی ہے اور ایک روایت میں 22 رجب کے وصال کا بھی ذکر آیا

ہے جب جواز پر ایک دلیل بھی ثابت ہو جائے تو وہ چیز جائز ہو جاتی ہے۔ یا ایک روایت بھی کہیں آجائے تو وہ دلیل بن سکتی ہے۔ لہذا تم نے تو ایک دلیل بھی نہیں دی ہے۔ مگر پھر بھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ آج تک اکابر دیوبند تاریخ مقررہ اور وقت معینہ پر ختم دلانے اور برسی عرس وغیرہ کرانے کو بدعت و ممنوع قرار دیتے تھے۔ اب انہوں نے فتویٰ بدل لیا ہے؟ ہمیں یہ بتایا جائے اور باقاعدہ اعلان بھی کر دیا جائے یوم وصال کی تاریخ پر بزرگان دین کی فاتحہ کا کھانا تیار کرنا جائز ہے۔ اگر دیوبندیوں کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وصال شوال 147ھ میں ہوا ہے تو میرا مشورہ ہے کہ اس دن کوئٹے کر لیا کریں اور طعام و شیرینی پر فاتحہ دیا کریں چلو مان تو لیں چاہے جب بھی کریں، لیکن پھر بھی ایسا نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں امور خیر سے روکنے کے یہ سب بہانے اور حیلے ہیں مقصد بہر صورت روکنا ہے۔ تعجب ہے کہ آج کے دیوبندی وہابی 22 رجب المرجب کا کیوں انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے بڑوں کے نزدیک بھی جائز تھا۔ لیکن ان کو کیا ضرر (LOSS) پہنچتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر 22 رجب المرجب کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال و ولادت کی تاریخ نہ بھی ہو تو پھر عین ثواب ہے ہاں تاریخ مقررہ پر ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

کیا کوئٹے شیعہ کی مشابہت ہیں:

بعض مخالفین بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے غول میں پھنسا لیتے ہیں کہ کوئٹے تو صرف شیعہ کرتے ہیں تم سنی ان کی مشابہت کیوں کرتے ہو۔ لہذا یہ بد مذہبوں کے ساتھ مشابہت ہے اور بد مذہبوں سے مشابہت حرام ہے۔ لہذا کوئٹے بد مذہبوں کی مشابہت پر حرام ہوئے؟

جواب:

اگر مشابہت کی بات ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) یہودیوں سے مشابہت کر کے حرام کے مرتکب ہوئے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے وہاں کے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے پایا تو پھر ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے فرعون سے نجات پانے اور فرعون اور فرعونوں کے ہلاک ہو جانے کی خوشی اور شکر میں روزہ رکھا تھا۔ اس لئے ہم بھی ان کی اتباع میں یہ روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”نحن احق اولیٰ منکم بموسیٰ“ یعنی ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امر بصیامہ) یعنی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔

جی جناب اعلیٰ مسلمانوں کو اچھے فعل سے روکنے والے اور اس کو باطل تجویز (Overture) دے کر اپنا باطل فرقہ ثابت کرنے والے آپ کا کیا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) ان کی مشابہت کر کے حرام کے مرتکب ہوئے آپ کی دلیل کے مطابق جو آپ نے مشابہت پر دی ہے۔

اگر بزدہوں سے مطلقاً تشبیہ بر قسم کی ممنوع ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں عاشورہ کا روزہ رکھا اور یہودیوں کے اس عمل کو مسلمانوں میں بلکہ وہ عام مسلمان بھی نہ تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مقدس آنکھوں سے دیکھا، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند کے دو ٹکڑے کرتے ہوئے دیکھا۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غروب سورج واپس لاتے ہوئے دیکھا، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں کنکریوں کو کلمہ پڑھتے ہوئے دیکھا، ارے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس اونٹ کودیکھا کہ وہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے اور اپنی فریاد عرض کر رہا ہے اور یہ ہی نہیں جنہوں نے یہ بھی دیکھا کہ جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے ہیں۔ ارے یہ ہی نہیں جنہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسے مقدس فرشتے کو وحی لاتے ہوئے بشری صورت میں دیکھا، ارے وہ مقدس صحابہ کرام علیہم الرضوان جنہوں نے ہر قول و فعل دیکھا اور اس پر عمل کیا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ارشاد فرما رہے ہیں اور ان میں کیوں رنج فرما دیا۔ اگر بالفرض شیعہ بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کوئٹے کرتے ہیں تو ہم کیا کریں ہم تو بزرگوں کو زیادہ ماننے والے ہیں۔

الحمد للہ ہم بزرگوں کی زیادہ پیروی کرنے والے ہیں لہذا ہم زیادہ حقدار (Owner) ہیں بزرگوں کو یاد کرنے میں۔ کیونکہ وہ سادات میں سے ہیں اور سنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو دل و جان سے محبت کرنے والے ہیں۔ لہذا ہمارا شیعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ہم انہی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ تو تمہارا یہ عقیدہ اور اعتراض تمہارے منہ پہ ہو۔

کیا شیعہ کوئٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں کرتے ہیں؟
 بعض لوگ یہ چہیٹا نہ اعتراض حسد کی وجہ سے کرتے ہیں کہ کسی طریقے سے بھی کوئٹوں سے سنی حضرات کو روکا جائے اور ان کا اعتراض یہ ہے کہ شیعہ تو کوئٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں کرتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں لہذا تم بھی اسی وجہ سے کرتے ہو،

ملاحظہ فرمائیے کہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ شیعوں کے ساتھ تمہاری دشمنی ہے اور تم ان کو برا بھلا کہتے ہو اور وہ تمہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ تم نے یہ سوچا کہ سینوں کے ساتھ ان کے روابط ہیں۔ یہ بھی اولیاء اللہ کو مانتے ہیں اور شیعہ بھی مانتے ہیں لہذا ان کو بھی خراب کرنا چاہئے اور آپس

میں یہ حسد (Malign) سے دیکھیں اور ان میں پھوٹ پڑے اور ہمارا دل تو ویسے ہی پریشان ہے کہ کونڈوں سے رکتے ہی نہیں لہذا ان کو بھی روکنا کہ کونڈے نہ کریں۔ تو ان کا اعتراض سرے سے ہے ہی باطل۔ کیونکہ سنی جس کو پتہ ہے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے اور ان کا عقیدہ کیا ہے وہ ان سے روابط کیا ان کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے کیونکہ ان کے عقائد باطل ہیں اور اولیاء اللہ کی بات ہے تو ٹھیک ہے اگر وہ مانتے ہیں تو کیا ہوا اس سے ہمیں تو کوئی تکلیف نہیں ہے تکلیف تو آپ کو ہے کہ بہانے ڈھونڈ رہے ہو کہ اگر ان کو شیعوں کا کہیں گے تو چھوڑ دیں گے کونڈے کرنا حالانکہ ہم ایسا کبھی کرتے ہی نہیں اور نہ ہی کبھی کریں گے۔

جب تک دم میں دم ہے ذکر ان کا سنا تے جائیں گے
اولیاء اللہ کے گستاخوں کو جلاتے جائیں گے

اب دوسری بات ملاحظہ ہو

دوسری بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت امیر معاویہ کو جیسے بھی کہتے ہیں وہ انہی کے منہ پر ہوا اگر وہ اس طرح کہتے ہیں تو ملاحظہ ہو کہ وہ صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں نہیں دیتے بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی گالیاں دیتے ہیں اور یہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، جنگوں میں بھی ساتھ، سفر میں بھی ساتھ، مسجد نبوی میں بھی ساتھ، حتیٰ کہ مزار پر انوار میں بھی ساتھ ہیں تو یہ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دیتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا کہنے والوں کے بارے میں لعنت بھی فرمائی کتنے عظیم الشان (Magnificent) صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔

ملاحظہ ہو چند مستند حوالے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جس نے صحابہ کرام سے بغض رکھا اس نے
مجھ سے بغض رکھا:

”وعن عبد اللہ ابن مغفل مرفوعاً اتقوا من اللہ فی اصحابی
لا تتخذوہم غرضاً فمن احبہم ومن ابغضہم فببغضی
ابغضہم ومن اذاہم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ ومن
اذ اللہ یوشک ان یاخذہ“ (ترمذی)

”حضرت عبداللہ بن مغفل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کو اپنی بدگوئی کا
نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کرنی ہو وہ میری محبت کی وجہ سے
ان سے محبت کرے اور جس نے ان سے بغض رکھنا ہو تو اس نے میرے
ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ایذا دی
اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی
اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اسے اللہ تعالیٰ جلد پکڑے گا۔“
ملاحظہ فرمائیے کہ

ایسے حقیر (Contemptible) لوگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دینے
والے پرنا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے بغض نہیں رکھا بلکہ انہوں نے اللہ
تعالیٰ سے بھی بغض رکھا اور اس کو ایذا بھی دی۔
اسی طرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو:

”عن ابی سعد الخدری مرفوعاً لا تسبوا اصحابی فلو ان

احدکم انفق مثل احد ذہباً ما یبلغ مد احدہم ولا نصفہ“

(رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ)

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا نہ کہو۔ کیونکہ تم سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر ڈالے تو ان کے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو“

ملاحظہ فرمائیے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ ان کو برا نہ کہو۔ اگر شیعہ حضرات کہتے ہیں تو خود سوچ لیں ان کے ساتھ کیا ہوگا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت فرمانا:

”عن ابی عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اذا رایتم الذین یسبون

اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم“ (راہ الترمذی)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تمہارے شر پر“

ملاحظہ فرمائیے کہ

صراحۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بدکار (Licentious) پر لعنت ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اب آپ خود پہچان لیں ان کو یہ کیسے لوگ ہیں اور کس طرح مطیع ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا جس نے صحابہ کرام کی بدگوئی کی اللہ تعالیٰ اس کے فرض و نفل قبول نہیں فرمائے گا:

”عن الحسن مرفوعاً ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحابا

فجعل لی منهم وزراء و انصار و اصهارا فمن سبهم فعليه لعنة

اللہ و الملائكة و الناس اجمعین لا یقبل اللہ منه صرحاً ولا

عدلا“ (رواہ الطبرانی والحاکم)

”حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے رفقاء کو چنا۔ ان سے میرے وزیر مشیر و رشتہ دار بنائے لہذا جس نے ان کی بدگوئی کی اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی فرض و نفل کو قبول نہیں فرمائے گا۔“

ملاحظہ فرمائیے کہ

اگر چہ وہ عداوت کی وجہ سے کرتے ہیں یا کسی اور وجہ سے پھر بھی تمام انسانوں اور فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ صحابہ کرام کی بدگوئی کرنے والے پر

فرشتوں، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے:

”و عن ابن عباس مرفوعاً من سب اصحابی فعليه لعنة الله

والملائكة والناس اجمعین“ (الناہیہ عن طعن معاویہ علامہ پرہاروی)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کی بدگوئی کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور

فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے“

ملاحظہ فرمائیے کہ

ان تمام اقوال سے واضح (Palpable) ہوا کہ جو شخص بھی ہوا اگر وہ صحابہ کرام

علیہم والرضوان کو برا بھلا کہتا ہے تو ان پر نہ صرف انسانوں کی لعنت ہے بلکہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فضائل تمام صحابہ

کے لئے ہیں اور ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے اور بکواسات کرے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ سنی سب و شتم صحابہ پر نہیں کرتے اور نہ ہی ایسا سوچتے ہیں لہذا تمہاری دلیل بھی یہ باطل ہوگئی۔ اگر پھر بھی آپ کا دماغ درست نہیں ہوا تو پھر سنئے کہ ہم شیعوں سے روابط نہیں رکھتے کیونکہ ان کے عقائد باطل ہیں۔ اور ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اگرچہ وہ کوئی بھی صحابی رسول علیہم الرضوان و صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم ہیں گستاخوں کے کہنے سے اور غلط اعتراض کرنے سے ہم کوٹے کیوں ترک کریں جو کہ ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا وحی لانا:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال جاء جبرائیل الی رسول اللہ علیہ وسلم. فقال یا محمد استوص معاویة فانه امین علی کتاب اللہ و نعم الامین هو“

(مجمع الزوائد ج 9 ص 387 رواہ الطبرانی)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر امین ہیں اور کیا ہی اچھے امین ہیں“

ملاحظہ فرمائیے کہ

جن کو بار بار امین کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے امین ہیں اگر شیعہ ان کو برا بھلا کہتے ہیں تو یہ گمراہ کن (Fallacious) ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امیر معاویہ کو پہلے سے حاکم بننے کی بشارت دینا:

”حدثنا ابو امیة عمرو بن یحییٰ ابن سعید قال سمعت جدی یحدث ان معاویة اخذ الا دواة بعد ابی هريرة یتبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بها واشتکی ابو هريرة رضی اللہ عنہ فبینا هو یو فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع راسه الیه مرة او مرتین فقال یا معاویة ان ولیت امرنا فاتق اللہ عزوجل و اعدل قال فما زلت اظن انی مبتلی بعمل یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابتلیت“

(مسند امام احمد ج 4 ص 101 طبع بیروت)

”حضرت ابو امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرارہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر انہیں دو بار دیکھا پھر فرمایا اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ حضرت امیر معاویہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔“

اسی طرح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سبب سے لوگوں کو ہدایت پہنچنا:

”عن عبدالرحمن بن ابی عمیرة و کان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لبعایة اللہم اجلعه ہادیا مہدیا و اہدبہ“

(جامع ترمذی ص 543)

حضرت عبدالرحمن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ”اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے لوگوں کو ہدایت دے۔“

اسی طرح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نماز:

”عن ابی الدرداء قال مارائیت احداً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشبه صلوة برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امیر کم هذا یعنی معاویة“

(مجمع الزوائد ج ۹ ص 357)

”حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔“

ملاحظہ فرمائیے کہ

جن کی نماز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہو اور جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم بھی خود بنائیں ان کو جو برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور ان کی بھی جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت (lampoon) بیان کرتے رہتے ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بھی گالی گلوچ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شیعہ اگرچہ گالی گلوچ کرے اور پھر ان کی وفات میں کونڈے بھی کرے تو وہ ان کے باطل عقیدے سے ہے اور ہم تو کونڈے اس لئے کرتے ہیں تاکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کیا جائے لہذا ہمارا شیعوں کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں اور نہ ان کی وجہ سے کونڈے کرتے ہیں۔

کوٹھڑوں میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی منت ماننا کیسا؟

بعض گمراہ (Devious) لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کوٹھڑے منت مان کر کئے جاتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اس کے کام میں رکاوٹیں ختم ہو جائیں تو یہ شرک ہے۔ کیونکہ مشکل تو صرف اللہ ہی حل کر سکتا ہے اور وہ کسی وسیلے کا بھی محتاج نہیں پس یہ کوٹھڑوں کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے۔

جواب:

تمہارے عقل پتہ نہیں کہاں گئے ہیں نہ سوچا نہ سمجھا خواہ مخواہ کا اعتراض کر دیا۔ آپ کو شرک کے معنی پتہ ہیں۔ اگر نہیں تو آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو اس کا معنی بتاتا ہوں۔ شرک کے معنی ہیں اللہ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت سمجھنا یا بالفاظ دیگر کسی غیر اللہ کو اللہ ماننے کا نام شرک ہے جبکہ کسی دینی بزرگ کا وسیلہ پیش کر کے اس کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اسے اللہ ماننا نہیں پس اسے شرک کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو وسیلہ ماننا محض اس صورت میں ناجائز ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے آگے مجبور سمجھے جبکہ کوئی بھی سنی مسلمان اس قسم کا عقیدہ کسی بزرگ کے حق میں نہیں رکھتا بلکہ ہمارے نزدیک وسیلہ کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے پیاروں کے نام کی لاج رکھتے ہوئے مشکل آسان فرما دیتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو مشکل کشا کہنا بھی محض اسی معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات ان کے سبب مشکلیں آسان فرماتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سبب ہدایت ہونے کی وجہ سے ”ہادی سبل“ کہا جاتا ہے حالانکہ حقیقی معنی (یعنی خالق ہدایت ہونے) کے اعتبار سے ”ہادی“ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ تمام تفصیل امام احناف علامہ ابوللیث سمرقندی نے اپنے فتاویٰ ابی لیلیث میں اور صالح بادشاہ عالمگیر اور ملک زیب کے استاذ مشہور درسی کتاب ”نور الانوار“ کے مصنف

علامہ احمد جیون نے اپنی معرکتہ الاراء کتاب تفسیرات احمدیہ میں (آیت وما اهل به لغير الله کے تحت) اس امر کی تصریح کی ہے کہ حل مشکلات کے قصد سے اولیاء کرام کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنے اور حلال جانور کے ذبح کرنے کی منت ماننا جائز اور اس کا کھانا حال طیب اور درست ہے۔

اگر پھر نہیں مانتے ہمارے دلائل کو تو تمہارے مولوی کا قول تمہیں نقل کر دیتا ہوں۔ علماء دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ (ص: 173 طبع کراچی) میں لکھتے ہیں کہ کسی ولی کا وسیلہ پیش کر کے اپنی کسی مشکل کے حل ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

ان کے بڑوں کو یقین (Faith) تھا کہ اگر کسی ولی کا وسیلہ پیش کر کے اپنی کسی مشکل حل ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو جائز ہے اور وہ دعا مقبول بھی ہوتی ہے لیکن ان گستاخوں کے نزدیک ناجائز ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ کوئی مسلمان اگر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے منت ماننا ہے تو جائز ہے تو اس سے اس کی منت بھی پوری ہوتی ہے۔

کیا کوئٹوں کی رسم شیعہ نے ایجاد کی ہے۔ اصل کہاں سے شروع ہے:

بعض گستاخ صرف اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے سارے مسلمانوں کو کوئٹوں سے روکنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ کوئٹوں کی رسم شیعوں نے ایجاد کی ہے اور 1906ء میں امیر مینائی لکھنؤی تیرائی رافضی کے گھر سے ہوئی۔ لہذا تم بھی ان کی پیروی کرتے ہو کیونکہ یہ انہوں نے ابتدا کی ہے اس سے پہلے تو کسی نے نہیں کی ہے معلوم ہوا کہ تم بھی شیعوں کی رسمیں اپناتے ہو؟

جواب:

ان کا یہ اعتراض صرف سادے مسلمانوں پر الزام تہمت (Impute) لگانے کے

لئے ہے کہ کسی طریقے سے بھی ان کو کوٹھوں کی رسم سے روکا جائے لیکن الحمد للہ سنی تو الیاء اللہ سے محبت کرنے والے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا

اللہ اللہ کئے جانے سے اللہ نہ ملے

اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

اسی لئے وہ جان تو دے سکتے ہیں لیکن اولیاء اللہ سے دور نہیں رہ سکتے اور ان کو کبھی نہیں بھول سکتے تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نیک برگزیدہ اور آل رسول میں سے ہیں اور سنی آل رسول کے قدموں کو بوسہ دینے والے ان کا ادب و احترام کرنے والے ہیں لہذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کا ہدیہ پیش کرتے ہیں تو وہ کیسے کوٹھے کرنا چھوڑ سکتے ہیں۔ جو کہ یہ ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ یہ رسم شیعوں کی ہے یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کبھی قرآن و حدیث میں غور بھی کیا ہو تو پتہ چلے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

قرآن و حدیث شاہد ہے کہ ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اور یہ صرف تمہارے قول کے مطابق 1906ء میں امیر مینائی لکھنؤی تبرائی رافضی کے گھر سے نہیں ہوئی بلکہ اس کی ابتدا تو خود میرے پیٹھے پیٹھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہوئی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہوئی اور مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ وہ بالخصوص اہل بیت کرام کے وفات یافتہ بزرگوں کے لئے نہایت ہی عقیدت و احترام اور اہتمام کے ساتھ ایصالِ ثواب کرتے چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں کوٹھے کے مخالفین غلطی سے اپنا روحانی باپ مانتے ہیں) اپنی معرکتہ الآراء کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں لکھتے ہیں۔

”حضرت امیر و ذریت طاہرہ اور تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں سے

پر مستند و امور تکوینیہ راہالیمان وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام

ایشاں رانج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع صدقات اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است و فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس“

ترجمہ: یعنی پوری امت حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کی اولاد پاک کو پیرو مرشد سمجھ کر دنیا کے تکوینی امور کو انہی سے وابستہ جانتی ہے اور ان کے نام کی نذر پیش کرنا، خیراتیں کرنا اور ختم درود پڑھنا اس کا معمول ہے جیسا کہ دوسرے تمام اولیاء سے عقیدت کے طور پر ان کے لئے ختم درود پڑھنا اور ان کا عرس کرنا اور ان کی یاد میں محافل منعقد کرنا اس کا معمول ہے۔

(فتاویٰ افریقہ ص 95 طبع مدینہ کیمپی کراچی از امام اہل سنت اعلیٰ حضرت)

شاہ صاحب کی اس پر اثر (Impressive) عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کی ابتداء 1906ء میں نہیں بلکہ وہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا معمول چلا آ رہا ہے کیونکہ وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے کے صاحبزادے ہیں جبکہ شاہ صاحب کی تحقیق میں حضرت علی اور آپ کی اولاد ثواب زمانہ قدیم سے امت مسلمہ کا معمول ہے۔ باقی رہا اس کو کوئٹہ کے نام سے موسوم ہو جانا، ہندوستانی مسلمانوں کی علاقائی اصطلاح کی بنا پر ہے کیونکہ وہ آپ کے ایصال ثواب کا طعام (بعض احادیث فضیلت کے آنے کے باعث) عموماً مٹی کے ایسے برتنوں میں رکھ کر کھلاتے ہیں جنہیں ان کی بولی میں کوئٹے کہا جاتا ہے۔ پس مجازی طور پر اس طعام اور ایصال ثواب کو کوئٹوں کا نام دیا گیا ہے یہ نہیں کہ اس کی ابتداء ہی ہندوستان سے ہوئی۔

گستاخوں کے اس دعویٰ کے غلط ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کے دلیل پر 1906ء والی سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے بھی کوئٹے کے لفظ کا طعام ایصال ثواب اور کوئٹے کرنے کے الفاظ کا بزرگوں کو ایصال ثواب کرنے کے معنی میں مستعمل ہونا پایا

جاتا ہے جو کہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کوٹھوں کی ابتداء 1906 بتانا ہرگز ہرگز صحیح نہیں چنانچہ غیر شیعہ عالم مولانا سید احمد دہلوی کی (1878 کی لکھی ہوئی) شہرہ آفاق اردو ڈکشنری فرہنگ آصفیہ (جلد 2 ص 597 طبع اسلامیہ پریس لاہور) میں لفظ کوٹھا کے یہ معانی لکھے ہیں ”آٹا گوند ہنے کا مٹی کا برتن، نذر و نیاز کی شیرینی) کسی ولی کی نیاز کا کھانا اور کوٹھا کرنے کا یہ معنی لکھا ہے کسی ولی کے نام کی نیاز دلانا، کچھ پکا کر کوٹھے میں کھلانا، پھر اس میں کوٹھا کرنے کے ایصالِ ثواب کرنے کے معنی میں ہونے کی دلیل میں اس دور کے ایک اردو شاعر کا یہ شعر درج ہے۔

ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور

کوٹھا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

اگر آپ کو کوٹھوں کے لفظ سے پریشانی ہوتی ہے تو تم ایصالِ ثواب کا نام دے کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کر دیا کرو جیسے تم خوش رہو، ہم بھی آپ کو اس معاملے میں خوش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

لہذا تمہارا یہ کہنا کہ کوٹھے شیعہ کی ایجاد ہیں سراسر غلط ہے اور مسلمانوں کو ایک اچھے فعل سے روکنا ہے۔

مزید حوالوں کے لئے کہ کوٹھے کہاں سے شروع ہوئے جو کہ (ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے) دیکھئے گزشتہ صفحات میں جو کہ قرآن، بخاری و مسلم کی احادیث مبارکہ و دیگر کتب سے ثابت ہے۔

کیا تم اولیاء اللہ کو زندہ سمجھ کر کوٹھے کرتے ہو، کہاں سے ثابت ہے کہ اولیاء

اللہ زندہ ہیں

اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام و شہداء علیہم الرضوان اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے ابدان لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے کہ وہ ان کو کھائے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی اپنے ابدان شریفہ کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے کفن

بھی صحیح و سلامت رہتے ہیں۔ وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔
قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرہ الموتی میں لکھتے ہیں۔

اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجسادے بر آیدی
گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود (صلی اللہ علیہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین و
آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند سے روند، و بسبب ایں ہمیں حیات اجساد و
آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک
روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند، مراد از مومنین کاملین اند۔
حق تعالیٰ اصباہ ایشاں را قوت ارواح ہے دہد کہ در قبور نماز میخوانند
(ادا کنند) و ذکر می کنند و قرآن کریم می خوانند۔

(تذکرۃ الموتی و القبور ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ: ص: 75)

ترجمہ: ”اولیاء اللہ (علیہم الرحمہ) کا فرمان ہے کہ ہماری روہیں ہمارے جسم
ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی
لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں
جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں۔ اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں
کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے
روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین
سے مراد کاملین ہیں حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا
ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے
ہیں۔“

اور شیخ البند محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

اولیائے خدا تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دارقانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار

و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم رازاں شعور نیست

(اشعۃ اللمعات: کتاب الجہاد، باب حکم اسراء 402/3)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ وہ خوش حال ہیں اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

”لا فرق لهم في الحالين ولذا قيل اولياء الله لا يهوتون ولكن

ينتقلون من دار الى دار“ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: باب الجمعہ: 241/3)

ترجمہ: ”اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات و ممات) میں اصلاً فرق نہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔“

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستحسن (Laudable) لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالے میں پسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا۔

يا ابا سعيدا ما علمت ان الاحياء احياء وان ماتوا وانما

ينتقلون من دار الى دار

(شرح الصدور: باب زیارۃ القبر و علم الموتی ص 86)

ترجمہ: ”اے ابو سعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں

اگرچہ مرجائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

اعتراض (Remonstrance) جو گستاخ کرتے ہیں صرف بے عقلی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کرتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اس لئے اہل سنت و الجماعت حنفی بریلوی ایصالِ ثواب بنام کوٹھے دیکر کرتے ہیں۔

کیا ثواب کی نیت سے کوٹھے پکا کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینا جائز ہے کچھ گستاخ اس کو مردار اور حرام جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے بزرگ صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین رضوان علیہم اجمعین کے زمانے میں نہ تھا۔

جواب: ایصالِ ثواب کو چاہے بنام کوٹھے دیدیں یا کوئی اور نام اس میں حرج نہیں کیونکہ مقصود ایصالِ ثواب ہی کرنا ہے۔ اس میں اجمالی جواب یہ ہے کہ مسلمان مردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر بدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت و الجماعت کا اجماع ہے۔ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں، امام علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے شرح الصدور میں، فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں۔ اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحبِ باطل ہو۔ اس زمانے کے گستاخوں نے ایصالِ ثواب کا انکار کیا ہے اور خود اہل سنت کے اجماعِ قطعی کے مخالف ہیں۔ پھر احادیث کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچانا قربتِ مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی و بدنی دونوں کو عام ہے۔ یہی آئمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے

محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں اور یہی صحیح، رائج اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر بدنی و مالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں۔ صدقہ بھی کریں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں یہ حسن کو حسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے۔ ہرگز ان میں کوئی منافات نہیں جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں ہے نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد ہے۔ جیسے رکوع و جود میں قرأت قرآن سے متعلق ہے پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے۔

امام حجتہ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا۔ اور اسی میں ہے جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا۔

خود گستاخوں کے معلم اول مولوی اسماعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا عمدہ ہونا قبول و تسلیم ہے۔ صراط مستقیم میں یوں اقرار و تسلیم کی راہ اختیار کی ہے۔ ”جب میت کو کوئی فائدہ پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورہ فاتحہ و اخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔“

(صراط مستقیم، ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ: مکتبہ التلغیہ لاہور ص 64)

اور شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب الارباب جل جلالہ کی بارگاہ

میں دعا ہو۔

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جناب الہی میں دعا ہے تو یہ خود بلاشبہ بہتر اور مستحسن ہے۔

(صراط مستقیم، ہدایت اولی در ذر بدعاتیکہ الخ: مکتبہ التلغیہ لاہور ص 55)

اور ہاتھ اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے۔ حسن حصین میں ہے۔

”دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو پھیلائے اور بلند کرے“

(ترمذی، مستدرک حاکم)

معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا آداب دعا سے ہونا صحاح ستہ کی حدیث سے

ثابت ہے۔

خود گستاخوں کے معلم ثانی نے مسائل اربعین میں لکھا ہے۔

وقت تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے۔ اس لئے کہ حدیث

شریف سے مطلقاً دعا میں اٹھانا ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

(مسائل اربعین)

ملاحظہ فرمائیے کہ

جاہل (illiterate) لوگوں کے بڑوں نے ایصالِ ثواب کو مطلقاً جائز کیا ہے اور

ان گستاخوں نے تو حرام اور مردار تک پہنچا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ گستاخ اب بڑوں کے

دین پر بھی نہیں ہیں۔ کوئی نیا دین نکال کر لے آئے ہیں۔

الحاصل ان باتوں سے شریعت میں کبھی بھی کوئی چیز بری نہیں ہوتی اور اس کو بغیر

دلیل مردار اور حرام کہنا کہاں سے ثابت ہوا۔

گستاخوں کے امام نے زبد النصائح میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا ہے۔

کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا قرآن

خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب طریقے بدعت ہیں گو خاص بدعت حسنہ

ہیں۔ جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز صبح یا عصر کے بعد مصافحہ۔

(رسالہ زبدۃ النصائح)

اب گستاخ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً

بدعت اور نوا ایجاد قرار دینے کے باوجود ”حسنہ“ کسے کہتے ہو اور ہمارے گروہ کے خلاف

کیسے جاتے ہو۔

اب کچھ اور اقوال گستاخوں کے بزرگان و مشائخ و اساتذہ کے نقل کرتا ہوں تاکہ ان بے باکوں کو پتہ ہے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر فاتحہ کو حرام بنانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے، بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کوٹھے کو حرام و مردار کہنا کیسی سخت سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے برے دن دکھاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام وفات میں کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند سیاہ (گڑ) پر نیاز کیا۔ الخ

(انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت، المعارف گنج بخش روڈ

لاہور، ص 106)

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو یوں نقل کیا ہے۔

بائیسویں حدیث: مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کے لئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا۔ ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ کھانا پکواؤں۔ صرف بھنے ہوئے چنے میسر آئے۔ وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کئے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور و شادماں ہیں۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین: کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد، ص 40)

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ میں لکھتے ہیں۔

”تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگان چشت کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت طلب کریں۔ اسی طرح روز پڑھتے رہیں۔ شیرینی، فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔“

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ذکر طریقہ خواجگان چشت، برقی پریس دہلی، ص 100)

یہی شاہ صاحب ”بمعات“ میں فرماتے ہیں
یہیں سے ثابت ہے اعراس مشائخ کی نگہداشت اور ان کے مزارات کی زیارت
پر مداومت اور ان کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقے دینے کا التزام“

(بمعات: جلد 11: اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد سندھ: ص 58)

یہی شاہ صاحب: زبدۃ النصائح: میں مندرج فتویٰ میں لکھتے ہیں۔
اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کے قصد سے
طیہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے
لئے حلال نہیں لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی
جائز ہے۔ (زبدۃ النصائح)

یہی شاہ صاحب انفاس العارفین میں لکھتے ہیں۔
حضرت (یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم
اللہ دیا کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ اسی وقت فرمایا کہ مخدوم ہماری
دعوت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ کچھ کھا کر جاؤ۔ توقف فرمایا یہاں تک کہ لوگوں کی
آمد و رفت ختم ہوگئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب آگئی۔ اسی وقت ایک عورت چاول اور
شیرینی کا طبق سر پر لئے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے شوہر آجائیں تو
اسی وقت پہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ کی درگاہ کے حاضرین کے پاس جاؤں گی۔ شوہر اسی
وقت آئے۔ میں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول
کرے۔

(انفاس العارفین: اردو دعوت مخدوم الدیہ: المعارف منج بخش روڈ لاہور ص: 112)

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔
حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور
مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور امور تکویدیہ ان سے وابستہ جانتی ہے اور ان کے نام فاتحہ و

درود اور صدقات کا معمول ہے اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ، باب ہفتم دار امانت، اہل اکیڈمی لاہور، ص: 214)

یہ عبارات سراپا بشارت جس کا ایک ایک صرف مخالف کے سر پر برق خاطف یا تباہ کن بگولا ہے دل میں محفوظ رکھنا چاہئے اور گستاخوں سے پونچھنا چاہئے کہ یہ تمام کیا حکایتیں (Narration) ہیں جو تمہارے بڑوں نے لکھی ہیں اور یہ پونچھنا چاہئے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو صاف صاف گمراہ اور مشرک بنایا یا نہیں اور خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر و مشرک ہوئے یا نہیں۔ ان کے مولوی اسماعیل دہلوی جو ان کے غلاموں کا غلام اور ان کے مرید کا مرید ہے۔ صراط مستقیم کے اندر ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے۔ جناب ہدایت مآب ارباب صدق و صفا کے پیشوا۔ اصحاب فنا و بقاء کے خلاصہ، علماء کے سردار، اولیاء کی سند، سارے جہاں پر اللہ کی حجت، انبیاء و مرسلین کے وارث پر ذلت و عزت والے کے مرجع، ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبدالعزیز، ان عظیم و جلیل الفاظ سے معاذ اللہ ایک کافر و مشرک کی تعریف کر کے اور ان سے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کر کے خود کافر و مرتد ہوایا نہیں۔ پھر تم سب اس کافر و مرتد کو امام و پیشوا سردار و مقتدا اور مرجع و ماورابنا کر اور ہر مسئلہ و عقیدہ میں اس کے خط فرمان پر سر جھکا کر اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر و بے دین اور مرتد لعین ہوئے یا کچھ اور۔

پھر دیکھئے جو ہمارا مقصود اصلی ہے اس جواب کا۔

مولوی خرم علی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثابت نے ”نصیحۃ المسلمین“ میں لکھا ہے ”حاضری حضرت ابن عباس کی، صحیحک حضرت فاطمہ کی، گیارہویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ دربار کا، سرنسی بوعلی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔“

اس نیت سے ہرگز منع نہیں۔

(نصیحۃ المسلمین چند شریکہ رسمیں، سبحان اکیڈمی لاہور، ص 41)

خود ان گستاخوں کے بڑے نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی کی ہے۔

”اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو۔ اس کو

ذبح کر کے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو

کوئی خلل نہیں ہے۔“ (رمالہ ذبیحۃ الصالح)

”یہ لفظ پڑھ کر کھلائے“ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے گستاخ اسے مدار

انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے و دعا مانگنے کا اجتماع جائز ہوتا تو بھی

چاہئے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ پڑھ کر کھلائے۔ یہ ان کی سب سے بڑی جہالت اور

غفلت (Heedlessness) ہے۔

اسی طرح یہ لفظ ”غوث اعظم“ بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ ”تقویۃ

الایمان“ کی رو سے کھلا ہوا شرک ہے۔

گستاخ تو فاتحہ کے کھانے کو حرام اور مردار جانتے ہیں اور ان کے بڑے اولیاء کی

نذر کھانے اور گائے کا گوشت سب کو حلال کہتا ہے۔ بشرطیکہ ذبح سے میت کی جانب

تقرب مقصود نہ ہو اور صاف کہتا ہے کہ جو جانور اولیاء کی نذر کیا اگرچہ ایسی نذر حرام فتیح

طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں۔ پھر اولیاء کی نذر عمدہ

طور پر ہو تو حرمت کیسے۔ پھر بغیر نذر کے محض ایصال ثواب ہو تو وہ حرام کیسے۔ پھر جانور کو

ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی نام و نشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قرأت اور طعام کا

صدقہ درمیان میں آئے اس کے حرام ہونے کا کیا موقع؟

تقریر مذکور میں یوں لکھا ہے کہ

اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت برآئے تو اس قدر حضرت سید احمد

کبیر کی نیاز کروں گا اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا۔ اگرچہ اس نذر میں کلام

ہے مگر کھانا حلال ہے۔ یہی حکم گوشت کا بھی ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت برآنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دو من گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے۔ اور اگر اسی قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد گوشت ہے۔

اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے نقد دیتے ہیں تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔

اسی میں ہے۔

اسی طرح اگر گزشتہ اولیاء قدس اللہ اسرارہم کے لئے نذر کرے تو جائز ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ عالم دنیا سے عالم برزخ میں انتقال کر جانے کے سبب نقد و جنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح پاک کو پہنچاتا ہے۔ تو ان کے احوال بحالت حیات اور بعد وفات برابر ہیں۔

آگے لکھا ہے۔

اگر نذر کرے کہ میری حاجت برآئے تو دو سال کی فریبہ گائے حضرت غوث الاعظم کی نیاز کروں گا تو اس کا حکم بھی حکم طعام کی طرح ہے۔

(رسالہ زبدۃ النصح)

ملاحظہ فرمائیے کہ

گستاخوں کی چالاکی (Dextority) ان کے کام نہ آئی بلکہ خود ہی اس میں پھنسے ہیں۔ ان کے بڑے ایصال ثواب کو اس طریقے سے جائز قرار دے رہے ہیں اور یہ گستاخ مردار اور حرام قرار دے رہے لہذا ایصال ثواب چاہے امام غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو کیا جائے یا بنام کوئڈے دیکر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو دیا جائے جائز و مستحسن ہے اور جو اس کو مردار اور حرام کہے وہ خود بدعتی اور

مراہ ہے۔

کیا تمہارے پاس امام جعفر صادق کی روح آتی ہے کہ میرے نام سے
کوئٹے کر دو؟

کتنا غلط (Mendacious) عقیدہ ہے۔ ہر مسلمان کی روح اس کے گھر پر آتی
ہے چاہے وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح مقدسہ ہو یا کسی عام مسلمان
کی۔ رہا یہ کہ سنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح مقدسہ کو بنام کوئٹے دیکر
کیوں کرتے ہیں۔ اس میں حرج کیا ہے بلکہ یہ تو ان کے ساتھ سچی عقیدت اور انہیں
مقدس بزرگ سمجھ کر وسیلہ دیتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول
بھی فرماتا ہے۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح تمہارے
پاس آ کر کیا یہ کہتی ہے میرے نام سے کوئٹے کر دو۔ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ
ارواح چاہے جن کی بھی ہو وہ اپنے گھر آتی ہے۔ اور انتظار کرتی ہے کہ ان کی طرف سے
کون صدقہ کرتا ہے۔

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ہم یہ سمجھ کر ایصالِ ثواب نہیں
کرتے کہ ہمارے پاس ان کی روح آئی ہے لہذا ہم ان کو ایصالِ ثواب کر دیں یا کوئی چیز
صدقہ کر دیں بلکہ ہم تو حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی آلِ سمجھ کر اور مقدس ہستی سمجھ
کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

ارواح کا اپنے گھر میں آنے کے بارے میں چند اقوال ہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ
القبور میں فرماتے ہیں۔

”میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اسی کی طرف سے صدقہ کرنا
مستحب ہے۔ میت کی طرف سے صدقہ اس کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہل علم
کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں۔ خصوصاً پانی صدقہ کرنے
کے بارے میں اور بعض علماء کا قول ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچنا ہے

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

(اشعۃ اللمعات: باب زیارت القبور: مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر: 716/1)

شیخ الاسلام ”کشف العطاء عما لزم مملوئی علی الاحیاء“، فصل ہشتم میں فرماتے ہیں۔
غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روز عید روز عاشورہ اور شب برأت کو اپنے گھر آ کر باہر کھڑی رہتی ہیں۔ اور ہر روح غمناک بلند آواز ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میری اولاد اے میرے قرابت دارو! صدقہ کر کے ہم پر مہربانی کرو۔ (کشف العطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء: فصل احکام دعا و صدقہ: ص 66)

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں صحیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی

”وہذا لفظ ابن مبارک: قال ان الدنيا جنة الكافر و سجن المومن و انما مثل المومن حين تخرج نفسه كمثل رجل كان في اسجن فاخرج منه فجعل يتقلب في الارض يتفصح فيها“

(کتاب الزہد لابن المبارک: باب فی طلب الحلال: حدیث 597 دار الکتب العلمیہ بیروت، ص 211)

ترجمہ: اور یہ ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ بے شک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمانوں کا قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور با فراغت چلنے پھرنے لگا۔

ابو بکر کی یوں روایت ہے۔

فاذا مات المومن یبعث بہ بسر ح حیث شاء“

(مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الزہد: حدیث 16571 ادارۃ القرآن کراچی 13/355)

جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔
ابن ابی الدنیا و بیہقی بن عسیب رضی اللہ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما باہم ملے۔ ایک دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے
انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟

کہا

”نعم اما المومنون فان ارواحهم فی الجنة وہی تذهب حیث

شاءت“

(شعب الایمان: باب التوکل والتسلیم: حدیث 1355، دارالکتب العلمیہ بیروت 2/121)

ترجمہ: ”ہاں مسلمانوں کی روہیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار ہوتا ہے
جہاں چاہیں جائیں۔“

☆ ابن المبارک کتاب الزہد و ابو بکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی
اللہ عنہ سے راوی قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض
تذهب حیث شاءت و نفس الکافر فی سجنین

(کتاب الزہد لابن المبارک: باب ما جاء فی التوکل: حدیث 429، ص 144)

ترجمہ: بے شک مسلمانوں کی روہیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی
ہیں جاتی ہیں اور کافروں کی روہ سجنین میں مقید ہیں۔

☆ ابن ابی الدنیا مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے راوی

”قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذهب حیث شاءت“

(شرح الصدور، بحوالہ ابن ابی الدنیا: باب مقرر الارواح: خلافت اکیڈمی منکورہ سوات، ص 98)

ترجمہ: مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روہیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی

ہیں۔

☆ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔

رجح ابن البران ارواح الشهداء في الجنة و ارواح غيرهم
على امنية القبور فتسرح حيث شاءت

(شرح الصدور: ص 105)

☆ علامہ منادی تبسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهيكل وانفكت من القبور
بالموت تحول الى حيث شاءت

(شرح جامع صغیر: تحت حدیث ان روح المؤمن الخ)

ملکتہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ 320/1

ترجمہ: بے شک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قبروں
سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جو لاں کرتی ہے۔

☆ قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتی میں جرح (Inconvenience) کرتے

ہیں۔

ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قد است اسرارہم)

از زمین و آسماں و بہشت ہر جا کہ خواہند فی روند

(تذکرۃ الموتی والقبور: اردو ترجمہ مصباح النور: باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں)

نوری کتب خانہ لاہور 75

ترجمہ: اولیائے کرام قد است اسرارہم کی روحوں زمین، آسماں، بہشت میں

جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

☆ خزانۃ الروایات میں ہے۔

”عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تنخلص لیلۃ

الجمعة وتنتش فجاؤ الى مقابرهم ثم جاوا فی بیوتهم“

(خزانة الروایات)

ترجمہ: بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ رومیں شب جمعہ چھٹی پاتی اور پھیلتی جاتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔
دستور القضاة مستند صاحب ماتہ میں فتاویٰ امام نسفی سے مدح سرا (Encomiast) ہے۔

ان ارواح المومنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعة و یوم الجمعة
قیقومون بفضناء بیوتهم ثم ینادی کلواحد منهم بصوت
حزین یا اہلی و یا اولادی و یا اقربائی اعطفوا علینا
بالصدقة واذ کرونا ولا تنسونا و احمونا فی غربتنا

(دستور القضاة)

ترجمہ: ”بے شک مسلمانوں کی رومیں ہر روز شب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو، ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ، ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔“
☆ نیز خزانة الروایات مستند صاحب ماتہ مسائل میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اذا کان یوم عید او یوم
جمعة او یوم عاشوراء و لیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح
الاعوات و یقومون علی ابواب بیوتهم فیقولون هل من
احد یذکر هل من احد یترحم علینا هل من احد یذکر

غربتنا (الحديث) (خزانة الروایات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے اموات کی رومیں آ

کراپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

ان تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ ارواح مقدسہ ہر مومن کے گھر آتی ہیں اور سنی حضرات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو بنام کونڈے دیکر نذرانہ (Oblation) پیش کرتے ہیں تاکہ بزرگوں سے سچی عقیدت قائم رہے۔

بعض لوگ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر شمعیں روشن کرتے ہیں

یہ شمعیں روشن کرنا کہاں سے ثابت ہے

شمعیں روشن کرنا جائز ہے چاہے کوئی بھی بزرگ ہو۔ یہ شمعیں روشن کرنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر ولی اللہ کے مزار پر شمعیں روشن کی جاتی ہیں۔ جیسے کہ ہمارے پیر و مرشد غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر شمعیں روشن کی جاتی ہیں۔ شمعیں روشن کرنا بزرگان دین کے مزاروں پر بے حد (Overwhelming) الفت ہے کہ مزاروں پر جا کر شمعیں روشن کرتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور اس کا ثواب اس مقدس ہستی صاحب مزار کی روح کو پیش کرتے ہیں۔ لہذا کسی مصلحت کی بنا پر شمعیں روشن کرنا جائز ہے۔ رہا شمعیں روشن کرنا کہاں سے ثابت ہے اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

☆ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی قدس اللہ

بہرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص (429) میں فرماتے ہیں۔

قال الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقة اخراج الشموع الی القبور بدعة اتلاف مال

كذا في البزازبة. و هذا كله اذا خلا عن فائدة و اما اذا كان
موضع القبور مسجداً او على طريق او كان هناك احد
جالس او كان قبر ولي من الاولياء او عالم من المحققين
تعظيماً لروحه المشرقة على تراب جسده كما شراق الشمس
على الارض اعلاماً للناس انه ولي ليتبركوا به و يدعوا الله
تعالى عنده فيستجاب لهم فهو امر جائز لا منع منه
والاعمال بالنيات“

(المدینة الندیة: ایقاد الشموع فی القبور نور یہ رضویہ فیصل آباد: 2/630)

ترجمہ: یعنی والد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ دروغر میں فتاویٰ بزازبہ سے نقل
فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ
سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے ہو اور اگر شمعیں روشن کرنے
میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا
ہے یا کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن
کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی
تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ
جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ
عزوجل سے دعائیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے۔ اس سے اصلاً
ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔
پھر فرماتے ہیں۔

روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن زائرات القبور
والمتخذین عنیہا المساجد والسرجم الی الذین یوقدون

السر ج علی القبور عبثاً من غیر فائده کما ذکرنا

(الحدیقتہ الندیہ: ایقاع و الشموغ فی القبور، نور یہ رضویہ فیصل آباد: 2/630)

ترجمہ:

”ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔ یعنی ان لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔“

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کی روایت کی گئی ہے۔ اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہ ہی عبارت فتاویٰ بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان کے معنی روشن فرمادیئے اور تصریحاً ارشاد فرمایا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لئے ہو ہرگز منع نہیں۔

فائدہ کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہو گا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔
(۲) مقابر برسر راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے۔ ثواب پہنچائیں گے۔
گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ کے لئے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا۔ قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا چاہے گا تو پڑھ سکے گا۔

(۴) مذکورہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدس اللہ تعالیٰ باسرار ہم کو بھی بروج

اولی شامل ہیں کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتی ہیں۔
گزرگاہ بھی ہوتی ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادرا خالی ہوتے
ہیں۔ مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرما کر خود مزارات کریمہ کیلئے بالخصوص روشنی میں فائدہ
جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کیلئے روشنی کی جائے۔
ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم اور تعظیم اہل اللہ دلیل ایمان و
موجب رضائے رحمان عزوجل۔

قرآن مجید میں ہے

وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝

(17/32) الحج

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔
اور فرمایا

ذَلِكَ ۙ وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۙ

(17/30) پارہ الحج

ترجمہ: ”اور جو اللہ کے آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لئے اس
کے رب کے یہاں بہتری ہے۔“

اس کی نظیر مصحف شریف کا مظلوم مذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا۔
جائز و مستحب ہے کہ دلیل و تعظیم و ادب ہے۔“

در مختار میں ہے

جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش

المسجد کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیۃ مطبعہ مجتہدانی دہلی 245/2

مصحف شریف مظلوم مذہب کرنا جائز ہے کیونکہ میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو

منتش کرنے میں۔

یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار پہلے نہ تھے بلکہ حدیث میں تھا۔

لتنرفرفنها كما زخرفت اليهود والنصارى

رواه ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ عنہا

(سنن ابی داؤد: باب فی بناء المسجد، آفتاب عالم پریس لاہور 65/1)

ترجمہ: تم مسجدوں کی آرائش کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے آرائش کی۔

اسے ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

مگر اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے لہذا ائمہ دین

نے حکم جواز دیا۔

تبیین الحقائق میں ہے۔

لا بکره نقش المسجد بالجص وماء الذهب

(تبیین الحقائق: فصل کرہ استقبال انقبلہ: مطبعتہ کبریٰ امیر یہ مصر: 1/168)

ترجمہ: گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے۔

یونہی مسجدوں کے لئے کنگرے بنانا مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا

سبب ہیں اگرچہ پہلے نہ تھے۔

بلکہ حدیث شریف ہیں۔

ابنو المساجد واتخذوها جماً

رواه ابن ابی شیبہ البیهقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(السنن الکبریٰ باب فی کیفیت بناء المسجد دار حداد بیروت 2/439)

ترجمہ: مسجدیں منڈی بناؤ۔

اسے ابن ابی شیبہ نے اور من میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے۔

ابنوا مساجد کم جماوا بنوا مدائنکم مشرفة
رواہ ابن ابی شیبہ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

(المصنف ابن ابی شیبہ: اوارۃ القرآن دارالعلوم اسلامیہ کراچی 1/309)

ترجمہ: مسجدیں منڈی بناؤ ان میں کنگرے نہ رکھو اور اپنے شہر اونچے کنگرے
دار بناؤ۔

اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کیا۔

مگر اب بلا تکلیف مسلمانوں میں رائج ہے۔

وما رآة المسلمون حسنا فهو عند الله حسن

(مسند احمد بن حنبل: دار الفکر بیروت 1/379)

اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے۔

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں۔

”استنبط کراهية زخرفة المسجد لاشتغال قبل المصلی
بذلك اور لصف، المال فی غیر وجهه نعم اذا وقع ذلك علی
سبیل تعظیم المساجد ولم یفع الصرف علیہ من بیت المال
فلا بأس به ولوا وصی بتشیید مسجد و تحمیرہ و تصعیرہ
نفذت و صیته لانه قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا
وقد احدث الناس مؤمنهم و کافرهم تشیید بیوتهم و
تزیینها ولونینا مساجدنا باللبن وجعلنها متطامنة بین
الدور الشاهقة وربما كانت لاهل الذمة لكانت مستهانة

(ارشاد الساری شرح البخاری: باب بنیان المساجد: دار الکتب العربی بیروت 1/440)

ترجمہ: ”یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا یا اس لئے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچکاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لئے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کا فروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کر دی۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہوں گی۔ کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔“

مجھے بحار الانوار جلد ثالث صفحہ 140 میں ہے۔

”قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء و العلماء لیزورهم ویستریحون فیہ“

(تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر غشی نولکشور لکھنؤ 3/140)

ترجمہ: ”بے شک ائمہ سلف و صالحین نے اہل فضل اولیاء و علماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔“

جو اہر اخلاطی میں ہے۔

هو وان كان احداثاً فهو بدعة حسنة و کم من شیء كان احداثاً وهو بدعة حسنة و کم من شیء یختلف باختلاف الزمان و المكان۔

(جو اہر اخلاطی کتاب الامان والکرمیہ قلمی نسخہ ص 168/بی)

ترجمہ: ”یعنی یہ اگرچہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنة ہے اور بہت سی چیزیں

کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔“

یعنی ایسی جگہ احکام سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں۔ جیسے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

لو رأى النبى صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء المنعهن المساجد كما منعت نساء بنى اسرائيل

(صحیح مسلم: باب خروج الفساد الى المساجد: نور احمد اصح المطالع کراچی 183/1)

ترجمہ: ”یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں تو انہیں مسجدوں سے منع فرمادیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔“

اور آخر ائمہ دین نے عورتوں کو مساجد سے منع فرما ہی دیا کیونکہ یہ ایک مصالحت (Rapprochement) کی بناء پر منع کرنا تھا۔

حالانکہ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله

رواہ احمد و مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما (صحیح مسلم 183/1)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

اسے امام احمد و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ

کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا۔

حاشا للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، جاہل یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف و صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔ ظاہری تزک و احتشام کے محتاج نہ تھے تو

ان کے وقت میں یہ باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع اب کہ بے تزک و احتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی۔ اب ان باتوں کی حاجت ہوئی۔ مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی۔ مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش و نگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبہ بنانا چادر چڑھانے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث و احکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر بے سمجھ اور بے وقوف۔

امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی رد المحتار فصل اللبس اور عقود الدر یہ مسائل شتی میں مزارات اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں اور شمعیں روشن کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ شمعیں روشن کرنا اولیائے کرام کی مزارات پر یا اولیائے کرام کے مزارات پر عمارت کا بنانا اگر جائز ہے تو پھر عوام کی قبروں پر کیوں اجازت نہیں دی جاتی۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو کہ آدمی اگر یہ آئیہ کریمہ ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یو ذین (وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے تو انہیں ایذا نہ دی جائے) اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تعظیماً لروح المشرقة علی تراب جسده

(المدیقۃ الندیۃ: ایقاد شموع فی القبور: مکتبہ نور یہ رضویہ فیصل آباد 2/630)

یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا اس سے تبرک و توسل کرو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو۔

اگر پھر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تعظیماً لروح: کہ ان کی روح کی تعظیم معاذ اللہ درست نہیں ہے تو اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ ان کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیم انبیاء علیہم السلام تو نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔

جیسا کہ قرآن میں ہے۔

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ (9/48)

ہم نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو۔

ایک اور جگہ قرآن میں ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي أَنزَلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (157/7)

وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی امی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی تو جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اتر اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (12/5)

”بے شک اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرض حسن دو تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔“

بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (24/7)

”اور جھکا دو تم ان (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے“

کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے۔

امام ممدوح قدس سرہ نے شبیہ تعظیم قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ

تعظيها لروحہ الی قوله قدس سرہ والاعمال بالنیات۔

(الحدیقۃ الندیۃ: ایقاد الشموخ فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد 2/630)

یعنی تعظیم خشت و گل نہیں بلکہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہ محمود ہے اور

اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

سبحان اللہ کیسے جامع کلیات فرمائے کہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو تو اچھا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ تعبد کو تقرب ہی کہا جاتا ہے گویا کہ یوں کہنا کہ تقرب و تعبد ایک ہی

چیز ہے تو یہ کہنا محض باطل ہے بلکہ تقرب تعبد کے انعم سے اعم ہے۔ تعبد سے تعظیم اعم ہے

اور تعظیم سے تقرب اعم ہے کہ بنائے رباط و ارسال ہدایا تقرب ہے تعظیم نہیں۔

اس مقام کی تفصیل ردالمختار میں ہے۔

اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اس پر حزم کرنا

مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم و افتراء ہے۔

ردمختار میں منیۃ الفتاویٰ و ذخیرہ و شرح وہبانیہ سے ہے۔

انا لا نسیء الظن با المسلم انه يتقرب الی الادمی بهذا

النحو۔ (ردمختار: کتاب الذبائح: مطبع معذانی دہلی 2/230)

کسی مسلمان کے متعلق ہم یہ گمانی نہیں کر سکتے کہ وہ کسی انسان کی طرف اس طرح

کا تقرب کرے گا۔

ردالمختار میں ہے۔

ای علی وجه العبادۃ لانه المکفر و هذا بعید من حال المسلم

(ردالمختار کتاب الذبائح: ادارة الطہانۃ المصریہ مصر: 197/5)

یعنی عبادت کے طور پر تقرب اس لئے کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور یہ مسلمانوں کے حال سے بعید ہے۔

لہذا یہاں پر تعبد مراد نہیں ہے تعظیم مراد ہے ورنہ تو سب کے سب کافر ہو جائیں گے۔ دیکھئے کہ جیسے سرکار اعظم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم من طیبہ وآلہ وبارک وسلم میں وہ جلیل وجمیل روشنی وہ جانفرا دلکشار روشنی، وہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک و احتشام سے ہوتی ہے کہ یہ روشنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کیلئے ہی ہوتی ہے۔

پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ تو روشنی مسجد نبوی کے لئے ہوتی ہے نہ کہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتی ہے، تو اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں کہ وہاں کے فرشتی جہاز اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزار ہا روپے کے شیشہ آلات اور ان کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو (Escallop) تو آپ کی بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لئے مہجور ہو۔ اگر کوئی وہاں ذرا حج و زیارت سے مشرف ہوں وہاں ان کو مسجد الحرام شریف میں کچھ بانڈیا گرد مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کی پوری روشنی نہیں دیتی اور سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نظر آئے گا جس سے آنکھیں چندھیا جائیں۔ اگر یہ روشنی مسجد کے لئے ہوتی تو مسجد الحرام زیادہ مستحق تھی کہ وہ مسجد مدینہ سے بھی افضل ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ اور مسجد میں روشنی دیواروں اور مٹی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ نمازیوں کے واسطے بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصود ہے کہ اصالتاً بنائے مسجد انہی کے لئے ہے لہذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے یا رات کے سب حصوں میں ان کی آمد و رفت مسجد میں رہتی ہو اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو یا واقف نے خود اس کی تصریح کر دی ہو۔ ایسی جگہ کے علاوہ باقی مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی ختم کر دینے کا حکم ہے کہ اب اسراف و مال کا ضائع کرنا ہے۔

فتاویٰ خانہ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لاباس بان يترك سراج المسجد الى ثلث الليل ولا يترك
اكثر من ذلك الا اذا شرط الواقف ذلك او كان ذلك معتادا
في ذلك الموضع

(فتاویٰ قاضی خان: کتاب الوقف، مثنیٰ نولکشور لکھنؤ: 4/716)

ترجمہ: مسجد کا چراغ مسجد میں تہائی رات تک جلتا چھوڑ دینے میں حرج نہیں
اور اس سے زیادہ نہ جلایا جائے لیکن جبکہ واقف نے اس کی شرط رکھی ہو یا
وہاں اس کا رواج ہو۔

سراج و ہاج پھر ہند یہ میں ہے:

لو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز و ضعه جميع
الليل بل بقدر حاجة المصلين و يجوز الى ثلث الليل او
نصفه اذا احتج اليه للصلاة فيه

(فتاویٰ ہندیہ: الباب الحادی عشر فی المسجد: نورانی کتب خانہ پشاور: 2/459)

ترجمہ: ”اگر مسجد کے چراغ کے لئے وقف کیا تو پوری رات چراغ جلانا جائز
نہیں بلکہ تہائی رات تک جواز ہے یا نصف شب تک جبکہ نماز کے لئے اس
کی ضرورت ہو۔“

اور سنئے کہ مسجد اکرم سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز عشاء کے بعد کوئی رہنے
نہیں پاتا لوگوں کو باہر کر کے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں اور یہ عادت آج سے نہیں
بلکہ صد ہا سال سے ہے۔

امام جلیل ابوالحسن سمودی کتاب وفاء الوفا میں جس کی تصنیف 886ھ میں ہوئی
پھر اس کے خلاصہ خلاصۃ الوفا میں مختصر مگر بلیغ تقریر (Laconism) نقل کرتے ہیں۔

”یطاف الاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الاخرة“

بفوانيس ستة رتبها شيخ الحذام شبل الدولة كافور

المظفرى الحريرى و كان الطواف قبله بشعل من السعف

(وفاء الوفاء: فصل: 31 عدد قناديل المسجد: دار احياء التراث العربى بيروت 2/682-681)

ترجمہ: نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کے لئے اب چھ

فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں جن کو خدام کے شیخ شبل الدولہ کافور

المظفرى الحريرى نے بنایا ہے جبکہ قبل ازیں کھجور کی شاخ کی شمع سے دورہ

ہوتا تھا۔

☆ نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر اصحاب کرام علیہم الرضوان کی

عظیم حکایت دال ہے۔ جو اسی کتاب وفاء الوفا تصنیف 886ھ اور اس سے پہلے کتاب

ریاض النظرۃ امام محبت الدین طبری متوفی 694ھ کتاب التاریخ المدینۃ لئلام الحلیل

ابى محمد عبد الله المرجانی میں مذکور و ماثور ہے۔

اور ان سب سے پہلے خادم روضہ مطہرہ نے امام ابو عبد اللہ قرطبی کے سامنے سے

روایت کیا اس کی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ثابت۔

بلاذری نے ابو سعید مولیٰ ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

”قال كان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه يعس فى

المسجد بعد العشاء فلا يرى احداً الا اخرجہ الارجلا قائم

يصلى“

(وفاء الوفاء: فصل 30 فى تصيب المسجد احياء التراث العربى بيروت 1/669)

ترجمہ: ”فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے بعد

مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لئے دورہ فرماتے تھے جسے دیکھتے مسجد سے

باہر فرمادیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔“

مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے اور فقہاء کرام نے اس کے جواز کی تصریح

فرمائی۔

وہی بزازیہ کتاب الوقف فصل رابعہ ملاحظہ کیجئے۔

يجوز ترك السراج المسجد فيه من المغرب الى العشاء لا
كل الليل الا اذا اجرت العادة بذلك كمسجد سيدنا صلى الله
عليه وسلم

(فتاویٰ بزازیہ علی ہاشم فتاویٰ ہندیہ: کتاب الوقف: نورانی کتب خانہ پشاور 269/2)

ترجمہ: جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشاء تک نہ
کہ تمام شب، مگر جب کہ اس کی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کیلئے نہیں ہے بلکہ روضہ اقدس کے لئے ہے۔
اب یہ سنیں کہ روشنی روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کتنے
سو برس سے رائج ہے جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی اور یہ کہ وہ خاص روضہ
اطہر ہی کے واسطے ہے کہ بہ نیت مسجد اور یہ کہ وہ بمنظوری علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعل
سلاطین۔

کتاب مستطاب خلاصۃ الوفا باخبار دارالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تصنیف 893ھ
کے باب رابع کی شانزدگانہ فصلاوں میں فصل نمبر 11 روضہ اقدس کے تزک و احتشام و
شیشہ آلات و سامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی اور فصل نمبر 14 مسجد مقدس کے
ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی اس فصل مسجد میں فرمایا۔

"بصحن مسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات
المشہورۃ قاوما علمت اول من احدثها و با المسجد سلاسل
کثیرة للقنادیل علمت بعد الحریق والمرتب للوقود منها
یزید و ینقص لہا لا یخفی۔"

(وفاء الوفا: فصل 31 دار احیاء التراث العربی بیروت 881/2)

ترجمہ: مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اول یہ مشعلیں کس نے رکھیں اور مسجد میں قندیلیوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اور ان کی روشنی کا رات بگھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔
اور فصل روضہ انور میں فرمایا۔

امام معالیق الحجرۃ الشریفۃ الی تعلق خولها من قنادیل الذهب والفضۃ ونحوہما فلم اقف علی ابتداء حدوثها الا ان ابن النجار قال ما لفظہ فی سقف المسجد الذی بین القبلة والحجرۃ علی رأس الزوارا وقفوا معلق نیف و اربعون قندیلا کبارا و صغارا من الفضة المنقوشة و الساذجة و فیہا اثنان من بلور و واحد من ذهب و فیہما قبر من فضة مغسوس فی الذهب و هذه تنفذ من البلد ان من الملوك و ارباب الحشمة انتهى۔ و عمل من ذکر مستمر بذالك لم تنزل هذه القنادیل فی زیارة و من احسن ما رأیت من معالیق الحجرۃ قندیل من فولاد کبیر احسن التکوین مخرما مکفتا بذهب یضیء اذا اسرج فیہ و علیہ مکتوب ان الناصر محمد بن قلا دون علقہ بیدہ هناك۔ انتهى ملتقطا

(وفاء الوفاء، فصل 25، دار احیاء التراث العربی بیروت 584/2)

حاصل یہ کہ روضہ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور ان کے مثل اور قیمتی چیزوں کی روضہ اطہر کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتداء کب سے ہے۔ ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی 642ھ نے اپنی کتاب الدر الثمینہ فی اخبار المدینہ

میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے ہیں کہ دیوار قبلہ سے حجرہ مقدسہ تک ہے جب زائرین مواجہہ اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہوں۔ ان کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور ان میں دو بلور کی ہیں۔ ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے۔ سونے میں مفرق اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین و امراء حاضر کیا کرتے ہیں۔ انتہی اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی اور روضہ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اس میں روشنی کرنے سے دکنے لگتا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر الدین محمد بن قلاوون نے اسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہی ملتقطاً

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضہ مطہرہ کے لئے ہے اور یہ کہ کتنی کثیر شاندار ہے اور یہ کہ صد ہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔

اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنئے۔

علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ کتاب الاعلام باعلام بیت الحرام ص (30) میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمن نے 984ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جو اہرات سے مرصع محمد چادیش خان کے ہاتھ کی ہیں کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کی جائیں اور ایک حجرہ مزار اطہر میں چہرہ انور کے مقابل صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نبی حنفی اور ناظر حرم

محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان و اکابر حرم محترم حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں: وکافة العلماء والفقهاء والموالي

یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء و فقہاء و سردار گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے۔ پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف و دیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا۔ ادھر وہ طواف میں ہیں اور ادھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت و شریف کے لئے باواز بلند دعا کر رہا ہے اور تمام حاضرین دعا و آمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف و رکعتیں طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علماء و فقہاء و امراء و عظماء نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں کیں اور جلسہ ختم ہوا۔

علامہ مدوح فرماتے ہیں۔

وکان یوما شریفاً مشہوداً و وقتاً مبارکاً متیناً مسعوداً
اور وہ دن بزرگ اور تمام اعیان کی حاضری کا تھا اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ با
- عادت تھا۔

پھر محمد چادیش خان باقی قندیل لے کر سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

واجتمعت له اکابر المدينة الشریفة و اعیانها و علماءها
وصلحائها

”ان کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد و علماء و صلحاء سب جمع ہوئے۔“

و عمل محفل شریف فی الحرام الشریف النبوی

اور حرم شریف نبوی میں محفل منعقد کی گئی۔

و فتحت الحجرة الشريفة النبوية على ساكنها افضل الصلوة

و علق ذلك القنديل تجاه وجه النبي صلى الله عليه وسلم

حجرہ طاہرہ مزار پر انوار حضرت سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کھولا گیا اور وہ سونے کی

قندیل جو اہر بے بہا سے مرصع روئے انور سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں
آویزاں کی گئی۔

(الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام)

و قرئت الفواتح و حصل الدعاء

حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی اور مجلس بخیر و خوبی ختم ہوئی۔

علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

وهو اول من علق قناديل الذهب في الحرمين الشريفين من

سلاطين آل عثمان خلد الله تعالى سلطنتهم و قد سبق بهذه

المنقبة الشريفة اباؤه السلاطين العظام

(الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام)

یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عز و جل ان کا سلطنت کو ہمیشہ رکھے۔

سلطان مراد خان نے اس کی پہل کی کہ حرمین شریفین میں سونے کی قندیلیں

آویزاں کیں۔ وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔ اس

خاتمے سے دو فائدے ظاہر ہوئے۔ ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے

کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطین عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خان نے

پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے اور اسے منقبت شریفہ بتاتے

ہیں۔

اب پھر زندہ دلی (Jauntiness) سے عبارت سابقہ خلاصہ الوفاء کی طرف

رجوع کیجئے اور وہ سنئے جو امام ممدوح سیدی نور الدین سمہودی اس عبارت کے اثنا میں اس جانفزاروشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں وہ عبارت یہ ہے۔

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزین السکینة علی قنادیل
المدينة و ذهب فيه الی جوازها و صحة و قفها و عدم جواز
صرف شیء منها لعمارة المسجد

(وقفا، الوفا، فصل 25، اراہیاء، الاثنا عشر، ص 591-595/2)

”بے شک امام اجل تقی الدین علی بن عبدالکافی متوفی 756ھ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام ”تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ“ رکھا اور اس کتاب میں ان کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ ان کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔“
یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں۔

الامام المحمّد علی جلالته و اجتهاده (امام ابن حجر)
وہ امام کہ ان کی جلالت شان و قابلیت اجتهاد پر اجماع ہے۔
صلاح صفدی نے کہا

الناس یقولون ما جاء بعد الغزالی مثله و عندی انهم
یظلمونه و ما هو عندی الا مثل سفیان الثوری. (صلاح صفدی)
”لوگ کہتے ہیں امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل
پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو
وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔“

جو رجلہ اکابر تابعین سے تھے وہ اس روشنی کو فقط جائز بھی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے
ہیں کہ اس پر رحمت الہی کا سکیزہ اترتا ہے۔

پھر اگر کوئی یہ کہے کہ خاص بزرگوں کی یہ تعظیم کیوں کرتے ہیں چراغ جلا کر کس در

کی بھی کریں جیسے فساق، فاجر ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فساق فاجر کی قبر پر کریں تو نش قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور یہ معظم نہیں بخلاف مزارات اولیائے کرام علیہم الرحمٰن کہ یہاں قبر یعنی خشت و گل کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ ان کی روح کریم کی تعظیم ہے۔

جیسا کہ نابلسی نے فرمایا

تعظیمًا روحہ المشرفة

(الحدیقة الندیة: ایقاد الشموع فی القبور نور یہ رضویہ فیصل آباد: 2/630)

”ان کی روح مبارک کی تعظیم کیلئے“

تعظیم قبور معظمین کہ حقیقتہً تعظیم معظمین ہے بلکہ یہ عقیدت والوں کے لئے خوش

طبعی (Humorousness) ہے۔

اور یہ کسی نے منع نہیں کی۔

اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے۔

ثم یهض فیتوجه الی قبره صلی اللہ علیہ وسلم ولا یضع یدہ

علی جدار التربة فهو اهیب و اعظم للحرمة و یقف کما

یقف فی الصلوة قدر الی حجة

(فتاویٰ ہندیہ، حاتم فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور 1/265)

یعنی پھر کھڑا ہو کر قبر اکرم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور تربت

کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے اور یوں

ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ بقدر ضرورت۔

☆ مسلک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے۔

ولیفتنم ایام مقامہ با المدینة المشرفة فیحرص علی

ملازمة المسجد و ادامة النظر الی لحجرة الشریفة ان تیسرا

و لقبہ المنفیة ان تعسر من البهابة والخصوع والعشیة

والخشوع ظاهراً وباطناً فانه عبادة كالنظر الى الكعبة

الشريفة

(المسلك المقتطع شرح مسلک متوسط مع ارشاد الساری فصل والیغتنم ایام مقامہ دارالکتاب العربی بیروت ص

(341)

ترجمہ: ”یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہو سکے تو مزار اطہر کے حجرہ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف و ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر“

علامہ عبدالقادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں تعریف و تحسین (Furore) کے ساتھ فرماتے ہیں۔

ومنہا ان لا یتدبر القبر الشریف

(حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل)

یعنی آداب میں سے ہے کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے۔

سید اقدس قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء لوفاء میں فرمایا

فی الصلوة ولا فی غیرہا

نہ نماز میں ادھر پیچھ کرے نہ غیر نماز میں۔

پھر امام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمایا۔

اذا اردت صلوة فلا تجعل حجرته صلی اللہ علیہ وسلم وراء

ظہرک ولا بین یدیک والادب معہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد

وفاته مثله فی حیاته فی کنت صانعه فی حیاته فاصنعه بعد وفاته

من احترامہ و الاطراق بین یدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن حیاتیات العربی بیروت 1410/4)

جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرہ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر، نہ نماز میں اپنے ساتھ رکھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات۔ ظاہر میں تھا۔ تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزار اطہر کے حضور کر۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے اور اگر پھر بھی اس میں کوئی خواہ مخواہ کا قیل و قال (Confabulation) کرے تو وہ سب سے بڑا گستاخ ہے۔

اور اگر تعظیم کے ارشادات ائمہ اگر جمع کئے جائیں تو یہ ایک دفتر ہو اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیم قبر اطہر ہوگی۔ جو حدیث میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجال جہان آراء کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے تعظیم فرمائی۔

در منظم امام ابوالقاسم محمد لولوی بستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من صلی علی روح محمد فی الارواح و علی جسده فی الاجساد
و علی قبره فی القبور رانی فی منامه و من رانی فی منامه رانی
یوم القيامة و من رانی یوم القيامة شفعت له و من شفعت له
شرب من حوضی و حرم اللہ جسده علی النار

(در منظم امام ابوالقاسم محمد لولوی بستی)

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں اور جسم اطہر پر اجسام میں اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجتے وہ مجھے خواب میں دیکھے اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا اور جس کی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوض کریم سے پئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا۔

اللهم ارزقنا بجاهه عندك امين
يا الله عز وجل قبول فرما۔

علماء فرماتے ہیں یعنی یوں درود شریف پڑھو۔

اللهم صل على روح سيدنا محمد في الارواح اللهم صل على
جسد سيدنا محمد في الاجساد ، اللهم صل على قبر سيدنا
محمد في القبور

روضہ مبارک پر درود بھیجنے کا حکم ہوا اور درود وہ تعظیم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ
بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں اور یہ ہی تو
تعظیم ہے اور یہ ہی مذہبی اثر کا حامی (Clericalist) ہے۔

پھر اگر کوئی یہ کہے کہ چراغ خاص قبروں پر ناجائز ہے اگر تعظیم بھی ہو تو ناجائز ہوگا۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بفرض تسلیم اس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ
رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر۔

یعنی اگر کوئی شخص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر مناروں یا
دیواروں پر رکھتا ہے تو حرج نہیں ہے۔ علماء نے تقاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں
لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ تصریح فرمائی کہ یہ اس
صورت میں ہے کہ خاص طور پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میت ہے ورنہ بالائے قبر اس
میں حرج نہیں۔ یہ خود آگ ہے۔ اس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر خول میں حرج مسلم
نہیں۔

در مختار میں ہے۔

ليسوى اللبن عليه و القصب لا الاجر المطبوخ و الخشب لو
حوله اما فوقه فلا يكره

(در مختار: باب صلوٰۃ الجنائز: مطبع مجتہبی دہلی: 125/1)

اس پر کچی اینٹ اور بانس چن دیں، پکی اینٹ اور لکڑی اس کے گرد نہ رکھیں۔ ہاں اوپر ہو تو حرج نہیں۔

ابن ملک بدائع میں ہے۔

لانه مما مسته النار فيكره ان يجعل على البيت تفاوتاً

(بدائع الصنائع: فصل فی سبب الخضر: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی 378/1)

اس لئے کہ اس پر آگ کا اثر پہنچا ہوا ہے تو تفاوت کے سبب میت پر چننا مکروہ ہے۔
حلیہ میں ہے۔

قال الامام التمر تاشي هذا اذا كان حول البيت فلو فوّه لا

يكره (حلیة المحلی شرح منیة المصلی)

امام تمر تاشی نے فرمایا۔ یہ اس وقت ہے جب خاص میت کے گرد ہو اوپر ہو تو مکروہ نہیں۔

پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ علی معنی حقیقی پر لیں تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہو جائے۔ دربارہ مسجد تو آپ کو بھی مسلم کہ علی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔
اب کہیے استغفر اللہ۔ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

علی ہذا القیاس دیواروں پر چراغ جلانا جائز ہو جائے گا۔ سب لوگوں کو آسانی اپنے کے لئے کثرت چراغاں کا ثبوت چھپے مذکور ہوا جو روشنی روضہ انور میں گزرا اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور ذکر کرتا ہوں تاکہ موافقین کے دل روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکا چوند سے جل انھیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب الزکاح میں صریح (Perspicuous) عبارت نقل فرماتے ہیں۔

حکى ابو على الرودبارى رحمه الله تعالى عن رجل انه اتخذ
ضيافة فاوقد فيها الف سراج و قال له رجل قد اسرفت فقال
له ادخل فكلما او قدته لغير الله فاطفئه فدخل الرجل فلم
يقدر على اطفاء واحد منها فانقطع

(احياء العلوم الدين: الباب الرابع من آداب الضيافة: مكتبة ومطبعة المشهد الحسينى قاہرہ 20/2)

یعنی امام اجل عارف اکمل، سند الاولیاء، حضرت سیدنا امام بوعلی اور باری رضی اللہ
عنه کہ اجلہ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنه سے ہیں۔ 322ھ میں وصال
شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں ان
کی نسبت فرمایا: اطرف مشائخ میں سب سے زیادہ عقل مند اور طریقت کے سب سے
بڑے عالم حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی اس میں بناربا
چراغ روشن کئے۔ کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحب خانہ نے فرمایا اندر آئیے جو
چراغ میں نے غیر خدا کے لئے روشن کیا ہو وہ گل کزدیجئے۔ معترض اندر گئے۔ ہر چند
کوشش کی مگر ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے آخر قائل ہو گئے۔

بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کسی نے چراغ اس صورت میں جلانے اور بزرگوں
کی روح کریم یک تعظیم و تکریم مقصود ہو اب یہ نہ اسراف ہے اور نہ ممانعت کیونکہ اس میں
نیت صالحہ موجود ہے نہ یہ تعظیم قبر ہے بلکہ تعظیم روح محبوب ہے اور وہ شرعاً بلاشبہ مطلوب۔
امام اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمودی و امام عبدالنہی نابلسی رحمہم اللہ تعالیٰ
اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیم
روح ولی۔ محض خراف و بدگمانی و حرام بنص قرآنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (القرآن 36/17)

اور اس کے پیچھے نہ پز جس کا تجھے علم نہیں۔ بے شک کان آنکھ ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا جَتَنُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ
إِثْمٌ (12/49)

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہیں۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
افلا شققت عن قلبه

(مسند احمد بن حنبل: حدیث اسامہ بن زید دارالفکر بیروت 207/5)

تو تو نے اس کا دل کیوں نہ چاک کیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث

(سنن ابن ماجہ: باب قول اللہ تعالیٰ من وصیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی: 384/1)

گمان سے بچو کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔

اور تعظیم روح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔

عارف نابلسی کا ارشاد گزرا اور امام سمہودی فرماتے ہیں۔

ليس القصد تعظیم بقعة القبر بعینها بل من حل فیها

(وفاء الوفا، الفصل الثانی من الباب الثامن دار احیاء التراث العربی بیروت 1366/4)

خاص زمین قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش

ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند شریف میں صداقت پسندی

(Scrupulous) سے بسند حسن روایت فرماتے ہیں۔

اقبل مردان یوما فوجد رجلا واضعاً وجهه علی القبر فاخذ

مروان برقبته ثم قال هل تدري ما تصنع فا قبل عليه فقال
نعم انى لم أت الحجر انا جنت رسول الله صلى الله عليه
وسلم ولم أت الحجر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول لا تبكوا عنى الدين اذا وليه اهلہ ولكن ابكوا على
الدين اذا وليه اهلہ ولكن ابكوا على الدين اذا وليه غير اهلہ

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی یوب انصاری، دار الفکر بیروت 422/5)

”یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید
عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے ان کی گردن
مبارک پکڑ کر کہا۔ جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اس کی
طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں۔ میں سنت و گل کے پاس نہیں آیا میں تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہ ہوا ہوں میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا دین پر نہ روؤ جب
اس کا اہل اس پر والی ہو۔ ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نا اہل والی ہو۔“

یہ صحابی سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ تو معلوم ہوا کہ تعظیم قبر و روح
مظہر میں فرق نہ کرنا مروان کی جہالت ہے اور اسی کے ترکہ سے گستاخوں کو پہنچی اور تعظیم
قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریمہ کی برکت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ اور
الحمد للہ اہل سنت و الجماعت بریلوئی کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی میراث ملی۔

لہذا اس تمام بحث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ بزرگوں کی روح کی تعظیم کرنا جائز
اس طور پر کہ چراغاں کی جائے اور یہ عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے پھر اگر کوئی شخص حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مزار پر انوار پر جا کر تعظیم روح کی حیثیت سے چراغاں کرتا
ہے تو یہ بھی جائز ہے پھر بھی اگر کوئی شخص اس کو نہ مانے وہ جاہل بددماغ ہے جس کا کوئی
علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین علیہم الرحمٰن کی روح مبارک اور ان کے جسد اطہر کو سدا بہار (Sengreen) رکھا ہے وہ اپنے مزارات کے اندر حیات ہیں ان کو ایک آن کے لئے موت آئی اس کے بعد ان کو ہمیشہ زندگی ملی ہے جن میں ذکر اللہ کرتے ہیں۔

مجددین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے اسی لئے تو فرمایا تھا کہ میری قبر گہری بنانا تاکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو میں کھڑے ہو کر تعظیم کر سکوں ہاتھ باندھ کر درود و سلام نذرانہ کر سکوں۔

اسی لئے کسی نے خوب کہا ہے۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پہ گروں
اگر فرشتے بھی اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
اب تو پائے ناز سے میں اے فرشتوں کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دربا کے واسطے

لہذا بزرگان دین علیہم الرحمٰن اپنی قبور میں حیات ہیں اگر کوئی وہاں جا کر ان کا وسیلہ پیش کریں تو وہ سنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور بزرگان دین علیہم الرحمہ کی تعظیم و توقیر اور ان کے ساتھ سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر بعض لوگ کوئٹے کر کے

استعانت مانگتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

اولیاء اللہ علیہم الرحمہ سے مدد مانگنا جائز ہے اور ان کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے۔ ہم اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے مانگتے ہیں کہ وہ دربار الہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجت ہو جائیں۔ تو جب اولیائے کرام کو وسیلہ بنا کر مدد مانگنا جائز ہو تو اس سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مدد مانگنا بھی جائز ہوا کیونکہ وہ بھی اولیائے کرام علیہم الرحمہ اور سادات کرام میں سے ہیں لہذا ان کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہو

ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز ہے تو پھر
دیکھئے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (153/2)

نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔

کیا یہاں صبر خدا ہے جس سے مدد حاصل کرنے کا حکم ہوا ہے۔ کیا نماز خدا ہے
جس سے استعانت کا حکم دیا گیا ہے۔

اور سنئے

دوسری آیت میں فرمایا گیا۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى (2/5)

آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔

کیوں جناب! اگر غیر خدا سے مدد لینا مطلقاً محال ہے تو اس حکم الہی عزوجل کا کیا
مقصد اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زبردستی
یہ تو آیت کریمہ سے ثابت ہوا غیر اللہ سے مدد مانگنا اب احادیث کریمہ سے ثابت
کرتا ہوں۔

بزرگوں سے مدد مانگنے کے بارے میں مدحیہ (Laudatory) ثبوت ملاحظہ

ہوں۔

احادیث مبارکہ کی گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث مبارکہ میں صاف صاف حکم ہے
کہ صبح کی عبادت سے استعانت کرو۔ شام کی عبادت سے استعانت کرو۔ کچھ رات کی
عبادت سے استعانت کرو۔ علم کے لکھنے سے استعانت کرو۔ سحری کے کھانے سے
استعانت کرو۔ دوپہر کے سونے سے استعانت و صدقہ سے استعانت کرو۔ عورتوں کی
خانہ نشینی میں انہیں ننگا رکھنے سے استعانت کرو۔ حاجت و ایوں میں حاجتیں چھپانے

سے استعانت کرو۔ کیا یہ سب چیزیں گستاخوں کی خدا ہیں نعوذ باللہ۔ کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔ یہ حدیثیں اگر پتہ نہ ہوں تو پھر سنئے۔

”البخاری و النسائی عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا بالغدوة والروحة و شیء من الدلجة

(صحیح البخاری: کتاب الایمان: باب الدین یرقد فی کتب خانہ کراچی 10/1)

امام بخاری و نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت کرو۔

فائدہ: کیوں جناب! صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت خدا ہے۔

والحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعن ببینک علی حفظک

(کنز العمال: حدیث 29305: 10/245)

حکیم ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اپنے حافظہ کی امداد کرو اپنے ہاتھوں سے۔

کیوں جناب!

ہاتھ خدا ہیں جن سے مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳)

”ابن ماجة و الحاکم و الطبرانی فی الکبیر و البیہقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار و بالقیلولة علی

قیام اللیل

(سنن ابن ماجہ ابواب الصیام باب ماجاء فی السحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ہس. 123)

ابن ماجہ اور حاکم اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دن کے روزے رکھنے پر سحری کے کھانے سے استعانت کرو اور رات کے قیام کے لئے قیلول سے استعانت کرو۔

فائدہ:

کیوں جناب! نعوذ باللہ قیلول خدا ہے جس سے استعانت کا حکم دیا جا رہا ہے۔
بڑے مفکر (Ovoetic) ہونہ ہو یہاں بھی کچھ حکم لگاؤ۔

(۴)

الدیسی فی مسند الفردوس عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنها عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا علی الرزق
بالصدقة

(آئینہ اعمال، حوالہ فرعون مہد اللہ بن عمر، حدیث 15961 بوسرۃ الرسالۃ بیروت 343/6)

دیسی نے مسند فردوس میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ رزق پر صدق سے استعانت
کرو۔

فائدہ:

کیوں جناب! نعوذ باللہ صدقہ خدا ہے جس سے مدد مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔
(۵)

ابن عدی فی الکامل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا علی النساء بالعری فان

احدهن اذا كثرت ثيابها واحسنت زينتها اعجبها الخروج

(کنز العمال بحوالہ عد من انس حدیث 44952 372/16)

ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ عورتوں کے خلاف استعانت حاصل کرو تنگی لباس سے کیونکہ جب ان کے جوڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زینت اچھی بنے گی وہ باہر نکلنا پسند کریں گی۔

فائدہ:

کیوں جناب والا! نعوذ باللہ لباس خدا ہے جو کہ عورتوں کے لئے زیادہ ہونے کی وجہ سے زینت بن رہا ہے۔

(۶)

والخرانطی فی اعتلال القلوب عن امیر المومنین عمر
الفاروق رضی اللہ عنہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
استعینوا علی انجاح الحوائج بالکتمان

(کنز العمال بحوالہ عمق، عد، طب، حل، اھب، عن معاذ بن جبل، الخراطی فی اعتلال القلوب عن عمر خط و ابن مسرر
ظلی نوادہ من علی حدیث 16800 موسطہ الرسالۃ بیروت 517/6)

خرانطی نے اعتلال القلوب میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔

فائدہ:

کیوں حضور والا! نعوذ باللہ حاجت چھپانا کیا خدا ہے جس سے استعانت کا حکم دیا گیا ہے۔ اکثر (Frequently) تم لوگوں کو بہکاتے رہتے ہو کہ دیکھو یہ شرک کر رہے ہیں تو یہاں بھی شرک کا حکم لگاؤ نہ پتہ لگے ذرہ کہ حدیث کیا کہہ رہی ہے۔

یہ احادیث مبارکہ تو افعال سے استعانت میں ہوئیں اس کے علاوہ اشخاص سے استعانت میں سنئے۔

(۷)

احمد و باو داؤد و ابن ماجہ بسند صحیح ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے راوی

ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انا لا نستعين بشرك

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد باب فی امشرك لقتلہ، آفتاب عالم پریس لاہور 2/19)

ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے۔

فائدہ:

اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی۔
ولہذا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

اسلم استعن بك عنى امانة المسلمين

مسلمان ہو جا کہ مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

وہ نہ ماننا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

(۸)

امام بخاری تاریخ میں حبیب بن یساف رضی اللہ سے راوی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انا لا نستعين بالمشركين عنى المشركين و راه الامام احمد

ایضا

(المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانة بالمشركين، اوارۃ القرآن 12/394)

ہم مشرکوں سے مشرکوں پر استعانت نہیں کرتے۔ (امام احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے)

(۹)

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے چند قبائل عرب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد فرمائی۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ رعل و ذکوان و عصبیة و بنو لحيان فزعموا انہم قد اسلموا و استمدوہ علی قومہم فامدہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد قدیمی کتب خانہ کراچی 431/1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رعل ذکوان، عصبیہ اور بنو لحيان کے قبائل کے لوگ آئے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور اپنی قوم کے لئے آپ سے مدد طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کی۔ الحدیث

فائدہ:

ملاحظہ فرمائیے کہ مدد کس نے کی کس کے لئے کی یہ آپ خود فیصلہ فرمائیں۔ ایسے خواہ مخواہ الزام لگانے والا (Criminative) خود ہی پھنستا ہے اور بس کی چیز کا پتہ نہ ہو تو قیاس آرائیاں چھوڑ دیں۔

(۱۰)

صحیح مسلم و ابوداؤد ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں ربیعہ بن اعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے

ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا

فرمائیں۔

عرض کی! حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو۔

فرمایا بھلا اور پتھو

عرض کی! بس میری مراد تو یہی ہے۔

فرمایا: تو میری اعانت کراپنے نفس پر کثرت بخود سے۔

قال كنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ

بوضونہ و حاجتہ فقال لی سل و لفظ الطبرانی فقال یوما بار

بیعة سنی فاعطیک رجعتنا الی لفظ مسلم فقال فقدت، اسألك

مرافقتک فی الجنة قال او غیر ذلك: قلت هو ذاک قال فاعنی

عنی نفسك بکثرة السجود

(صحیح مسلم کتاب السنن باب فضل السجود 193/1)

فائدہ:

ملاحظہ فرمائیے کہ

یہ جلیں و نہیں حدیث صحیح اپنے بہ بہ فقر و ست آستانوں پر بھاری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فرمایا کہ میری اعانت نہ۔ اسی کو استعانت کہتے ہیں یہ درکنار حضور و صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق طور پر سال فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ جان آستانوں پر کیسا پہاڑ ہے جس سے ساف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں بھیجی تو بلا تشدد و تخصیص فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔

کیوں جناب تمہارے نزدیک (Imminent) استعانت کیسے ناجائز ہوئی پھر

یہاں بھی حضور اسما علم الکاؤ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس

حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔

از اطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نکرہ بمطلوبی خاص معلوم می شود کہ
کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد و بر کر
خواہد باذن پروردگار خود بدہد

فان من جودك الدنيا و ضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

(اشعۃ للمعات کتاب الصلوٰۃ باب السجود و فضلہ فصل اول مکتبہ نبویہ رضویہ سکر 396/1)

مطلق سوال کے متعلق فرمایا "سوال کر" جس میں کسی مطلوب کی تخصیص نہ فرمائی۔

تو معلوم ہوا کہ تمام اختیارات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرامت میں ہیں۔ جو

چاہیں جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ کے ان سے عطا کریں۔ آپ کی عطا کا ایک حصہ دنیا و

آخرت ہے اور آپ کے علوم کا ایک حصہ لوح و قلم کا علم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اطلبوا الخیر عند حسان الوجوه"

(التاریخ الکبیر حدیث 468 دارالہجاز مکہ الممرۃ 157/1)

خیر طلب کرو نیک رویوں کے پاس

و فی لفظ

اطلبوا الخیر والحوائح من حسان الوجوه

(انجم مبین بن بن عباس حدیث 11110 المکتبۃ النفسانیۃ بیروت 81/1)

نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔

و فی لفظ

"اذا بتغیتم المعروف فاطلبوه عند حسان الوجوه"

(کنز العمال حدیث 16/94 مکتبۃ الرسالۃ بیروت 16/6)

جب نیکی چاہو تو خو پرویوں کے پاس طلب کرو۔

و فی لفظ

اذا طلبتم الحاجات فاطلبوها عند حسان الوجوه

(اتحاف المسیة کتاب العسیر و اشعر بیان حقیقۃ النعمۃ الخ دار الفکر بیروت 2742/7)

جب حاجتیں طلب کرو خوش چہروں کے پاس طلب کرو۔

و فی لفظ بزیادة

فان قضی حاجتک قضاها بوجه طلق و ان اردک ردک بوجه

طلق اخرجہ الامام البخاری فی التاريخ و ابوبکر بن ابی الدنیا

فی قضاء الحوائج و ابویعلیٰ فی مسنده و الطبرانی فی الکبیر و

العقیمی و ابن عدی و البیهقی فی شعب الایمان و ابن عساکر۔

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر من مائتہ حدیث 16793 مؤتمرہ الرسائل بیروت 516/6)

خوش جمال آدمی اگر تیری حاجت روا کرے گا تو بکشاہ روئی اور تجھے پھیرے گا تو

بکشاہ و پیشانی۔ اسے امام بخاری نے تاریخ میں ابوبکر بن ابی الدین نے قضاء الوانج میں

ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، عقیلی نے، عدی نے بیہقی نے شعب

الایمان میں اور ابن عساکر نے روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے

ہیں۔

قد سمعنا نبینا قال قولا

هو لمن يطلب الحوائج رانمة

اغتدوا واطلبوا الحوائج ممن

زين الله وجهه بصباحة

(الدرر المنشرہ فی الاحادیث المشتملہ تحت حدیث 88 املاب اسلامی بیروت ص 68)

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافہم فان فیہم رحمتی

(کنز العمال بحوالہ انحراف فی مکارم الاخلاق حدیث 16806 موسست الرسالۃ بیروت 519/6)
فضل میرے رحمتیوں کے پاس طلب کرو کہ ان کے سائے میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ (وفی لفظ) اور دوسرے الفاظ میں فرق (Odds) ہے۔

اطلبوا الحوائج الی ذولی الرحمة من امتی ترزقوا و تنبحوا

(کنز العمال بحوالہ عقبی و طس من ابی سعید خدری 11801، 518/6)

اپنی حاجتیں میرے رحمتیوں سے مانگو رزق پاؤ گے مراد بن پاؤ گے۔

و فی لفظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يقول اللہ عزوجل اطلبوا الفضل من الرنماء من عبادی

تعیشوا فی اکنافہم فانى جعلت فیہم رحمتی۔

(الضعفاء اللبیر حدیث 957 دار الکتب العلمیۃ بیروت 3/3)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فضل میرے رحمتیوں سے مانگو ان کے دامن میں

میش کرو گے کہ میں نے اپنی رحمت ان میں رکھی ہے۔

و فی لفظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اطلبوا المعروف من الرحماء امتی تعیشوا فی اکنافہم

اخرجه الحاکم فی المستدرک عن امیر المومنین علی

المرتضى كرم الله وجهه الاسنى.

(المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت 321/4)

میرے نرم دل امتیوں سے نیکی و احسان مانگو ان کے ظل عنایت میں آرام کرو گے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنى سے روایت کیا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

غور و فکر کرنا (Ponder) ہر مسلمان کا کام ہے کہ انصاف کی آنکھیں کہاں ہیں ذرا ایمان کی نگاہ سے دیکھیں۔ یہ احادیث مبارکہ کیسے صاف صاف فرما رہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں سے استعانت کرنے ان سے حاجت مانگنے ان سے خیر و احسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکثادہ پیشانی روا کریں گے ان سے مانگو تو رزق پاؤ گے۔ مرادیں پاؤ گے ان کے دامن حمایت میں چین کرو گے ان کے سایہ عنایت میں عیش اٹھاؤ گے۔ استعانت اور کس چیز کا نام ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت کی ہوگی پھر حضرت اولیاء کرام علیہم الرحمہ سے زیادہ کون سا امتی نیک و رحمدل ہوگا کہ ان سے استعانت شرک ٹھہرا کر اس سے حاجتیں مانگنے کا حکم دیا جائے گا۔ الحمد للہ حق کا آفتاب بے پردہ و حجاب روشن ہوا کہ اولیاء کرام علیہم الرحمہ بھی استعانت کرتے ہیں وہ تمہاری ہر مراد کو پہنچتے ہیں لہذا جب تمام اولیاء کرام سے استعانت مانگنا جائز ہوا تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بدرجہ اولیٰ استعانت مانگنا جائز ہوا کیونکہ وہ سادات کرام میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سادات کرام بہت زیادہ محبوب ہیں۔

لہذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے استعانت مانگنا بھی جائز ہوا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

إذا اضل احدكم شيئا واراد عونا وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني فان لله عبادا لا يراهم (والحمد لله) رواه عن عتبه

بن غزوان رضی اللہ عنہ۔

(الاجم الکبیر عن عقبہ بن غزوان: حدیث 290 المنقبہ، الفصلیہ بیروت 117/17)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا راہ بھول جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمد م نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے۔ (والحمد للہ)
(اسے طبرانی نے عقبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

فائدہ

ملاحظہ فرمائیے کہ

کتنی تسکین (Mitigation) ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور یہ الفاظ ایک دفعہ نہیں ارشاد فرمائے بلکہ تین بار ارشاد فرمائے۔ معلوم ہوا کہ مدد چاہنا و استعانت کو پانا یا استعانت کے لئے بلانا میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ استعانت مانگنا جائز ہے اگرچہ کوئی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر بھی کہے تو پھر بھی جائز ہے۔
ایک اور حدیث میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یا عباد اللہ احسبوا

تویوں ندا کرے اے اللہ کے بندو! روک دو۔ عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ رواہ

ابن السنی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

اسے ابن السنی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(مسل الیوم واللیلۃ ابن سنی باب ما یقول اذا انفلت الدابة نور محمد کتب خانہ تجارت کتب کراچی ص 170)

ان تمام احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ استعانت مانگنا جائز ہے اور یہ تمام

احادیث مبارکہ استعانت پر دال تھیں اب چند اقوال ذکر کرتا ہوں۔

در بارہ استعانت صوفیاء، کرام کے اقوال، افعال، احوال، اعمال سے دفتر بھرے پڑے ہیں اور سمندر کی طرح بہ رہے ہیں۔ اس دیدے کی صفائی کا کیا کہنا۔
ذرا آنکھوں پر ایمان کی غینہ لگا کر حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ مشکوٰۃ شریف ملاحظہ ہو۔ اس مسند حضرات اولیاء، کرام قدس دست اسرار ہم کیا ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

آنچہ مروی و مخفی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ از اہل خارج از حضر است و مذکور ست در کتب و رسائل ایشان و مشہور است میان ایشان کہ حاجت نیست کہ آن را ذکر کنیم و شاید کہ منکر و متعصب سود نہ کند اور اکلمات ایشان عافانا اللہ من ذالک

اشعۃ سعادت کتاب اجہاد باب حکم الابرار فیصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ نمبر 402/3

مشائخ اہل کشف سے کامل لوگوں کی ارواح سے استمداد اور استفادہ کفنی سے باہر ہے۔ اور ان کی کتب و رسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے لہذا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کلمات منکر و تعصب لوگوں کو فائدہ نہ دیں۔

اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اللہ اکبر! ان منکران و گستاخان بے دولت کی بے نصیبی یہاں تک پہنچی کہ اکابر علماء و عرفاء کو کلمات حضرت اولیاء کرام سے انہیں نفع پہنچنے کی امید نہ رہی اور فی الواقع ایسا ہی ہے۔ یوں نہ ماننے تو آزما لیجئے اور ان ہزار ہزار ارشادات بے شمار سے امتحانا صرف ایک کلام پاک فرزند دلہند صاحب لواک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کریں جو بتصریح اعظام اولیاء و سید الاولیاء و امام الاعفیاء و قطب الاقطاب و تاج الاوتاد و مرجع الابدال و مغزخ الافراد اور باعتراف اکابر علماء امام شریعت و سردار امت و مٹی دین و ملت و نظام

طریقت و بحر حقیقت و عین ہدایت و دریائے کرامت ہے۔ وہ کون؟ ہاں وہ سید الاسیاد
 و اصحاب المراد سیدنا و مولانا ملاذنا و ماوانا و غوثنا و غوثنا حضرت قطب عالم و غوث اعظم سید
 ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بدہ الاکرام و علیٰ آلہ و علیہ و بارک و سلم اور وہ کلام
 پاک نہ ایسا کہ کسی ایسے ویسے رسالے یا محض زبانوں پر مشہور ہوا بلکہ اکابر و اجناد ائمہ اکرام
 و علمائے عظام مثل امام اجل عارف باللہ سید القراء ثقہ ثبوت حجت فقیہ محدث راویۃ
 الحضرة العلییۃ القادریہ سیدنا امام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر نخعی شطنوبی پھر امام آرام
 شیخ الفقہاء و فرد الوفا عالم ربانی لوائے حکمت یمانی سیدنا امام عبداللہ بن اسعد یافی شافعی مکی
 پھر فاضل اجل فقیہ اکمل محدث اجمل شیخ المحرم المحترم مولانا علی قادری حنفی بردی مکی و بقیۃ
 السلف جلیل الشرف صاحب کرامات عالی و برکات معالی مولانا محمد ابوالمعالی سلمی معالی
 پھر شیخ شیوخ علماء البند محقق فقیہ عارف نبیہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم
 کبرائے ملت و عظمائے امت قدسنا اللہ تعالیٰ بار سرارہم و افاض علینا من برکاتہم و
 انوارہم نے اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ معتمدہ مستندہ مثل بچتہ الاسرار شریف و خلاصۃ المفارخ و
 نزہتہ الخاطر الفاتر و تحفہ قادریہ و اخبار الاخیار و زبدۃ الآثار وغیرہ میں ذکر و روایت فرمایا کہ
 حضور پر نور جگر پارہ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ و من نادانی باسمی فی
 شدۃ فرجت عنہ و من توسل بی اسی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ
 و من صلی رکعتین یقرأ فیہ کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ
 الاخلاص احدی عشرۃ مئزۃ ثم یصلی و یسلم علی رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد السلام و یذکرنی ثم یخطوا
 الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ و یذکر اسمی و یذکر
 حاجتہ فانما تقضی باذن اللہ تعالیٰ۔

(بچتہ الاسرار ذکر فضل اسماء و بشارتہم مسطقی الباہلی صفحہ 102)

’جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دفع ہو اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے اور مجھے یاد کرے پھر بغداد شریف کی طرف گیا وہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاجت روا ہو۔“

حضرت ابوالمعالی قدس سرہ العالی کی روایت میں الفاظ کریمہ کشفت فرجت قضیت بصینۃ متکلم معلوم ہیں وہ ان کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

عمر بزاز قدس سرہ میگوید من شنیدہ ام از حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کہ ہر کہ در کرتے بمن استغاثہ کند کشفت عنہ دور گردانم آں کر بت را از او ہر کہ در شدتے بنام من ندا کند فرجت عنہ خلاص بخشم اور ازاں شدت و ہر کہ در حاجتے تو سل عن کند در حضرت جل و ملا قضیت لہ حاجت اور ابر آدم

(تمنہ قادر یہ: باب دہم فی التوسل الی الخ قلمی ص 76)

عمر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جو شخص مصیبت میں مجھ سے استغاثہ کرے گا میں مدد کروں گا اور اس سے اس کی تکلیف دور کروں گا اور جو سختی میں مجھے ندا کرے گا اس کی سختی کو دور کروں گا اور خلاصی دلاؤں گا اور جو اپنی حاجت میں مجھ سے توسل کرے گا اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔

علامہ علی قاری بعد ذکر روایت فرماتے ہیں

قد جرب ذالک مرارا فصح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(نزہۃ الخاطر والقار)

بے شک یہ بارہا تجربہ کیا گیا ٹھیک اترتا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا شیخ علیہ الرحمہ پر ہو۔

یقیناً گستاخ اس قول کو سن کر طیش (Indignation) میں آئے گا کہ ان کے غوث بھی مدد کرتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

گستاخ بیچارے پھر کم علموں کو اکثر دھوکا دیتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہیں فلاں عقیدہ یا معاملہ ان سے شرک نہیں، وہ مردہ ہیں ان سے شرک ہے یا یہ تو پاس بیٹھے ہیں۔ ان سے شرک نہیں وہ دور ہیں ان سے شرک ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس طرح طرح کے بے ہودہ دسو اس، مگر یہ سخت جہالت بے مزہ جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے، شرک ہی ہوگا اور ایک کے لئے شرک نہیں تو کسی کے لئے بھی شرک نہیں ہو سکتا۔

کیا اللہ تعالیٰ کے شریک مردہ نہیں زندہ ہو سکتے ہیں۔ دور کے نہیں ہو سکتے پاس کے ہو سکتے ہیں۔ انبیاء نہیں ہو سکتے کلیم ہو سکتے ہیں۔ انسان نہیں ہو سکتے فرشتے ہو سکتے ہیں۔ حاشا اللہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا تو مثلاً جو بات ندا خواہ کوئی شے جس اعتقاد کے ساتھ کسی کے پاس بیٹھے ہوئے زندہ آدمی سے شرک نہیں وہ اسی اعتقاد سے کسی دور والے یا مردے بلکہ اینٹ پتھر سے بھی شرک نہیں ہو سکتی اور جو ان میں سے کسی سے شرک ٹھہرے وہ قطعاً یقیناً تمام عالم سے شرک ہوگی۔ اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقبل جان کر مدد مانگنا، بہ اس معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجت فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچھری میں مقدمہ لڑائے بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں ہی میں مدد لے۔ جو بالیقین تمام گستاخاں روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے یا پانی پلا دے سب شرک قطعی ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر انہیں خود اپنی ذات سے بے عطائے الہی قدرت ہے تو صریح کفر اور شرک میں کیا شبہ رہا اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی مظہر عون الہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا اس معنی پر

حضرت انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے کیوں شرک ہونے لگی۔ مگر حکیم امیر حج اولاد، نوکر، ان سب کو مظہر عون و سبب و وسیلہ جاننا جائز ہے اور ان حضرات اولیاء کو کہ وہ اعلیٰ مظہر و اعظم سبب و افضل وسائل بلکہ منتہی الاسباب و غایتہ الوسائط و نہایہ الوسائل ہیں۔ ایسا سمجھنا شرک ہو گیا۔ ہزار ترف بریں بے عقلی و نا انصافی، غرض پانی وہاں مڑتا ہے کہ جو کچھ غصہ ہے وہ حضرات محبوبان خدا کے بارے میں ہے۔ یار، بچے، مددگار، نوکر، کار گزار مگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء علیہم الرحمہ کا نام آیا تو سر پر شرک کا بھوت سوار، یہ کیا دین ہے۔ کیسا ایمان ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مسلمانو!

اس نکتے کو خوب محفوظ و ملحوظ رکھیں کہ جہاں ان جاہلوں (Gothamites) چالاکوں، گستاخوں، عیاروں کو کوئی فرق کرنے دیکھیں کہ فلاں عمل یا فلاں اعتقاد فلاں کے ساتھ شرک ہے فلاں سے نہیں۔ یقین جان لیجئے کہ نرے جھوٹے ہیں۔ جب ایک جگہ شرک نہیں تو اس اعتقاد سے کسی جگہ شرک نہیں ہو سکتا۔

گستاخ جب اس طرح عاجز آجاتے ہیں اور کسی طرف راہ مفر نہیں پاتے تو ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں کہ صاحبو! ہم بھی اسی استعانت کو شرک کہتے ہیں جو غیر خدا کو قادر بالذات و مالک مستقبل بے عطائے الہی جان کر کی جائے اور اپنی بات بنانے اور نخلت مٹانے کو ناحق ناروا بیچارے عوام مومنین پر جیسا بہتان باندھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی سمجھ کر انبیاء و اولیاء علیہم السلام و علیہم الرحمہ سے استعانت کرتے ہیں۔ ہمارا یہ حکم شرک انہی کی نسبت ہے۔ ان بے وقوفوں کی بے وقوفیاں تین طرح سے کھل جاتی ہیں۔

اولاً

صریح جھوٹے ہیں کہ صرف اسی صورت کو شرک جانتے ہیں ان کے امام خود تقویٰ الایمان میں لکھ گئے ہیں۔

”کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں

سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہوتا ہے۔“

(تقویۃ الایمان: پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں: مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص: 7)

کیوں جناب والا!

ان کے جھوٹے دعوے کہاں گئے ہیں جن کو یہ نادر (Marvellous) اور سچا سمجھ

رہے تھے۔ حاشا اللہ یہ سب سے بڑے مکار عیار ہیں۔

ثانیاً

ان کے سامنے یوں کہتے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حضور کو اللہ تعالیٰ نے

اپنا خلیفہ اعظم و نائب اکرم و قاسم نعم کیا۔ دنیا کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، خزانوں کی

کنجیاں، مدد کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں رکھیں۔

روزانہ دو وقت تمام امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرائے۔ یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے کام میں نظر رحمت فرمائیے۔ اللہ کے حکم سے میری مدد و

استعانت فرمائیے۔ اب ان لفظوں میں تو صراحۃً قدرت ذاتی کا انکار اور مظہریت عون

الہی کی تصریح ہے۔ ان میں تو معاذ اللہ اس ناپاک گمان کی بو بھی نہیں آسکتی۔ یہ کہتے

جائیے اور ان گستاخوں کے چہرے کو غور کرتے جائیے۔ اگر بکشادہ پیشانی اسے نہیں اور

آثار کراہت و غیظ ظاہر نہ ہوں جب تو خیر اور اگر دیکھئے کہ صورت بگڑی، ناک بھوں کٹی،

منہ پر دھومیں کی مانند تاریکی دوڑی تو جان لیجئے کہ دلی آگ اپنا رنگ لائی۔

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں۔

ثالثاً

سب جانے دو، سرے سے یہ ناپاک ادعا ہے کہ بندگان خدا محبوبان خدا کو قادر

مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں۔ ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شاعت پر اطلاع

پاؤ تو مدتوں تمہیں تو بہ کرنی پڑے۔ اہل لا الہ الا اللہ پر بدگمانی حرام اور ان کے کلام کو جس

کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نحو ای معاذ اللہ معنی کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

إِثْمٌ (12/49)

اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ بے شک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرمایا

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ، إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (36/17)

پیچھے نہ پڑ اس بات کے جو تجھے تحقیق نہیں ہے شک کان، آنکھ دل سب سے

سوال ہوتا ہے۔

اور فرمایا

لَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ

خَيْرًا (12/24)

کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تو مسلمان مردوں عورتوں نے اپنی

جانوں یعنی اپنے بھائی مسلمانوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔

اور فرمایا

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا إِلَى الْبُطْحَانِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

(17/24)

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اياكم و الظن فان الظن اكذب الحديث رواه مالك ولبخارى

و مسلم و ابوداؤد و الترمذی

(صحیح بخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیة: قدیمی کتاب خانہ کراچی: 384/1)

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

(اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا)

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اعلا شفقت عن قلبه رواہ مسلم وغیرہ

(سنن ابی داؤد: باب علی ما یقاتل المشرکون: آفتاب عالم پریس لاہور 355/1)

تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔

(اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا)

علماء کرام یہاں تک معاونت (Ministration) فرماتے ہیں کہ کلمہ گو کے کلام

میں اگر ننانوے معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو تو واجب ہے اسی تاویل

کو اختیار کریں اور اسے مسلمان ٹھہرائیں کہ حدیث میں آیا ہے۔

الاسلام یعلوا و لا یعلی، رواہ الرویانی پانی والدار قطنی و

البیہقی والضیاء والخلیل عن عائذ بن عمر المزنی رضی اللہ

عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(سنن الدار قطنی: کتاب النکاح باب الہمد والالحاس للطہاء: 252/3)

اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں کیا جاتا، اسے روپانی، دار قطنی، بیہقی، ضیاء

اور خلیل نے عائذ بن عمر و المزنی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کیا اور یہ نہیں کہ بلاوجہ منہ زور سے صاف ظاہر، واضح، معلوم، معروف معنی کا

انکار کر کے اپنی طرف سے ایک ملعون، مردود، مصنوع، مطرود، احتمال گھڑیں اور اپنے

لئے علم غیب اور اطلاع حال کا دعویٰ کر کے زبردستی وہی ناپاک مراد مسلمانوں کے سر

باندھیں، قیامت تو نہ آئے گی، حساب تو نہ ہوگا، ان بہتانوں، طوفانوں پر بارگاہ قہار سے

مطالبہ جواب تو نہ ہوگا۔ ہاں ہاں جواب تیار کر رکھو اس سخت وقت کے لئے جب مسلمانوں کی طرف سے جھڑپا آئے گا لا الہ الا اللہ، ہاں اب جانا چاہتے ستمگر لوگ کہ کس پلٹے پر پلنا کھاتے ہیں۔ یوں اعتبار نہ آئے تو اپنے کذب کا امتحان کر لو۔ اہل استعانت سے پوچھو تو کیا تم انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ و الثناء کو عیاذاً باللہ خدایا خدا کا ہمسریا قادر بالذات یا معین مستقل جانتے ہو یا اللہ عزوجل کے مقبول بندے اس کی سرکار میں عزت و جاہت والے، اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والے مانتے ہو دیکھو تو تمہیں کیا جواب دتا ہے۔

امام علامہ خاتمۃ المجتہدین تقی الملت والیدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابو الحسن علی بن عبدالکافی سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب مستطاب شفاء السقام میں استمداد و استعانت بہت احادیث صحیحہ سے ثابت کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ لیس المراد نسبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخلق و الاستقلال بالافعال هذا لا یقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ و مذمہ من باب التبلیس فی الدین و التشویش علی عوام الموحدین۔

(شفاء السقام فی زیارة خیر الامام: الباب الثامن فی التوسل: نور یہ رضویہ فیصل آباد 175)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خالق اور فاعل مستقل ٹھہراتے ہوں۔ یہ تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت سے منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

فقہیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام حجر کی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں۔

فالتوجه والاستعانة به صلی اللہ علیہ وسلم و بغيره لیس لهما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذالك ولا یقصد بهما احد منهم سواہ فمن لم ینشرح صدره لذلك فلیبک علی نفسه

نَسَأَلُ اللّٰهَ العَافِيَةَ وَالمِستَغَاثَ بِهٖ فِى الحَقِيقِيَّةِ هُوَ اللّٰهُ وَالنَّبِىُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْطَةَ بَيْنِهِ وَبَيْنَ المِستَغِيثِ فَهُوَ سَبْحَنَهُ
مِستَغَاثَ بِهٖ وَالمِغْوُثَ مِنْهُ خَلْقًا وَاِيجَادًا وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِستَغَاثَ وَالمِغْوُثَ مِنْهُ سَبَبًا وَكَسْبًا

(الجوہر المنظم: الفصل السابع، نیمانعی للزراخ، المطبعة الخيرية مصر، ص 62)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا
اور انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ و الثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے
یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں
سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال
پر روئے۔ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ حقیقتاً فریاد اللہ
عز و جل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ
میں وسیلہ و واسطہ ہیں تو اللہ عز و جل کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریاد رسی
یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں
جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔

شاہ ولی اللہ صاحب ہمععات میں لکھتے ہیں۔

امروز اگر کے را مناسبت بروح خاص پیدا شود و از آں جا فیض بردارد غالباً
بیرون نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت
حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی

رضی اللہ عنہ (ہمععات، ج 11، اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد ص 62)

آج اگر کسی کو روح سے خاص مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ وہاں سے فیض عیاب ہو
تو غالباً بعید نہیں کہ یہ کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مناسبت سے
حاصل ہو گا یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ ملا ہو گا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب

تفسیر عزیزی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص صورت (Modification) میں محبت کا انداز اپناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایں مرتبہ ازاں مراتب است کہ بیچکلس راز بشر نہ دادہ اند۔ مگر بہ طفیل ایں محبوبے بر خے از اولیاء امت اور اشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلاق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما۔

(فتح العزیز (تفسیر عزیزی) سورۃ الم نشرح، مسلم بلڈ پولال کنواں دہلی، ص 322)
یہ وہ مرتبہ ہے جو کسی انسان کو نصیب نہ ہوا، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس کا کچھ حصہ اولیائے امت تک پہنچا پھر یہ حضرات اس کی برکت سے مسجود خلاق اور محبوب قلوب ہوئے۔ جیسے حضرت غوث الاعظم اور سلطان المشائخ حضرت نظام اولیاء قدس سرہما، مرزا مظہر جانجاناں اپنے مکتوبات میں والہانہ عشق (Nympholepsy) سے لکھتے ہیں۔

آنچه در تاویل قول حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ نوشتہ اند

(کلمات طیبات فصل دوم در مکاتب مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجبالی دہلی ص 19)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کہ ”میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے“

کی تاویل میں انہوں نے لکھا ہے۔

انہی کے ملفوظات میں ہے۔

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم باشد باہج

کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آں حضرت بحالش

مبذول نیست

(کلمات طیبات، ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں، مطبع مجبالی دہلی ص 83)

غوث الثقلین کی توجہ اپنے سلسلے سے وابستہ حضرت کی طرف بہت معلوم ہوئی ہے۔ آپ کے سلسلے کے کسی ایسے شخص سے ملاقات نہ ہوئی جو آپ کی توجہ سے محروم ہو۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف المسلمول میں اظہار (Disclosure) فرماتے ہیں۔ فیوض و برکات کارخانہ ولایت اول بریک شخص نازل می شود و ازاں تقسیم شدہ بہر یک از اولیائے عصری رسد و بہ ہیج کس از اولیاء اللہ بے توسط اوفیضے نمی رسد، این منصب عالی تا وقت ظہور سید الشرفاء حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ چون حضرت غوث الثقلین پیدا شد، این منصب مبارک بو۔ متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی این منصب بروح مبارک حضرت غوث الثقلین متعلق باشد و ہذا آن حضرت قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمودہ، و قول حضرت غوث الثقلین اخئی و خلیلی کان موسیٰ بن عمران نیز برآں دلالت دارد

(سیف المسلمول قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مترجم اردو) فاروقی کتب خانہ ملتان ص 527)

کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے۔ پھر اس سے منقسم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق تھا۔ جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ پھر غوث پاک کا یہ قول ”میرے بھائی اور دوست موسیٰ بن عمران تھے“ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ سب ایک طرف خود ان کے امام عیاں اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں۔

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و بنایب حضرت خواجہ بہاؤ الدین
نقشبند متوجہ حال حضرات ایساں گردیدہ۔

(مراٹا مستقیم خاتمہ در بیان پارہ ازوارادات و معاملات، المکتبہ السلفیہ لاہور، ص 166)

یہی امام ان گستاخوں کے وضاحت (Obviousness) کے ساتھ اپنی تقریر ذبیحہ مندرجہ مجموعہ زبدۃ النصاب میں لکھتے ہیں۔

اگر شخص بڑے راخانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود و اور اذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست

(رسالہ مذکور)

اگر کوئی شخص کوئی بکرا گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے اور اس کو ذبح کر کے پکا کر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے، تو کوئی خلل نہیں۔

ایمان سے کہیں غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریادرس یا کچھ اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کر کے فیصلہ کرنا ہے۔ غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن و بشر کے فریادرس یا کچھ اور پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان کر رہا ہے۔

قول کے اُچھے ہو تو ذرا ان کو بھی شرک بے ایمان کہہ دو ورنہ یہ بتاؤ شریعت کیا ان کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کے لئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ یہ گستاخ صرف بھولے بھالے مسلمانوں کے اندر نفرت (Distaste) پیدا کر کے دین سے دور کر رہے ہیں۔

مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

تفسیر روح سورہ مائدہ پارہ 6 زیر آیت ویسعون فی الارض فسادا ہے۔

کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت

سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے۔

اولیا را ہست قدرت ازالہ

تیرجستہ باز گرد اندز راہ

اولیاء کو اللہ تعالیٰ سے یہ قدرت ملی ہے کہ چھوٹا بڑا ہوا تیر واپس کر لیں۔

اشعۃ اللمعات شروع باب زیارت القبور میں ہے۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ مے شود

بوے بعد از وفات یکے از مشائخ گفتہ دیدم چھار کس راز مشائخ کہ تصرف

می کنند در قبور خود مانند سرفہاء ایشاں در حیات خود یا پیشتر تو مے مے گویند کہ

امداد حق قوی نزا است و من مے گویم کہ امداد میت قوی تر اولیاء را تصرف

در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است

ترجمہ: امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی

ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے ایک بزرگ نے فرمایا

کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہی عمل در آمد کرتے

ہیں جو زندگی میں کرتے تھے۔ یا زیادہ، ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد

زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی۔ اولیاء کی حکومت

جہانوں میں ہے اور یہ نہیں کہ روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے۔

و اما الاستمداد باہل القبور فی غیر النبی علیہ السلام او

الانبیاء فقد انکرہ کثیر من الفقہاء و اثبتہ المشائخ الصوفیۃ

و بعض الفقہاء قال الامام الشافعی قبر موسیٰ، الکاظم

ترباق مجرب لاجابۃ الدعاء و قال الامام الغزالی من

یستمند فی حیاتہ یستمند بعد وفاتہ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ اور اہل قبور سے دعائے مانگنے کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر قبولیت دعا کے لئے از مودہ تریاق ہے اور امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے۔ اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دنیا کے اندر حیات تھے لوگ آپ کی بارگاہ عالیہ میں جا کر دعا کی درخواست کرتے تھے پھر آپ علیہ الرحمہ ان کے لئے دعائے مانگتے تھے۔ ان کی حاجات پوری ہو جاتی تھیں اور اب ان کو وسیلہ بنا کر مدد مانگتے ہیں پھر بھی ان کی دعائیں حاجات پوری ہوتی ہیں لہذا بعد وفات بھی اولیاء اللہ استعانت کرتے ہیں اور جو گستاخ اس کو نہ مانے وہ فطرتاً (Characteristically) ہی گندی سوچ اور جاہل ہے۔

شاہ عبدالعزیز صفحہ 20 پر فرماتے ہیں۔

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجھے کہ اعتماد باشد اور اعوان الہی نہ اند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است و اور ایکی از مظاہر عون الہی دانستہ و بکار خانہ اسبابی و حکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرح نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرح نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت تعبیر کردہ اند دور حقیقت ایں نوع استعانت

بغیر نیست بلکہ حضرت حق است لا غیر۔

ترجمہ: سمجھنا چاہئے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مدد الہی نہ سمجھے حرام ہے اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اس کو اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے اور اس کو انبیاء و اولیاء کی مدد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ حق اللہ تعالیٰ کے غیر سے مانگنا نہیں ہے لیکن اس کی مدد سے ہے۔

مسلمانو!

ملاحظہ فرمائیے کہ

دنیا کے بادشاہ ہر کام اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں اور ہر محکمہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھتے ہیں۔ کوئی افسر اور کوئی ماتحت، پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کرتے ہیں۔ یعنی ہر کام بادشاہ کی مرضی اس کے منشاء سے ہوتا ہے۔ لیکن بلا واسطہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے کیونکہ بادشاہ خود پانی پی سکتا ہے۔ اپنی اکثر ضروریات زندگی خود انجام دے سکتا ہے لیکن رعب کا تقاضا ہے کہ ہر کام خدام سے لیا جائے اور رعایا کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کرے۔ بیماری میں شفا خانہ جا کر ڈاکٹر سے کہو۔ مقدمات میں پچھری جا کر جج سے وکلاء کے ذریعے سے کہو وغیرہ وغیرہ ان مصائب میں رعایا کا ان احکام کی طرف جانا بادشاہ کی بغاوت نہیں ہے بلکہ یہ عین اس کی منشاء کے مطابق ہے کہ اس نے ان کو احکام اسی لئے مقرر کئے ہیں۔ ہاں اگر یہ رعایا دوسرے کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد کے طالب ہوں تو اب باغی ہے کیونکہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑا اور غیر کو اپنا حاکم مانا۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو سمجھ کر یہ ہی طریقہ سلطنت الہیہ کا ہے کہ وہ قادر

ہے کہ دنیا کا بڑا چھوٹا ہر کام اپنی قدرت سے خود ہی پورا فرمائے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ انتظام عالم کے لئے ملائکہ وغیرہ اور ہم کو مقرر فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ محکمے کر دیئے۔ جان نکالنے والوں کا ایک محکمہ جن کے افسر اعلیٰ حضرت عزرائیل ہیں۔ اسی طرح انسان کی حفاظت، رزق پہنچانا، بارش برسانا، ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانا، ان کی تقدیر لکھنا، مدفون میتوں سے سوالات کرنا، صورت پھونک کر مردوں کو زندہ کرنا اور قیامت قائم کرنا پھر قیامت میں جنت و دوزخ کا انتظار کرنا غرضیکہ دنیا و آخرت کے سارے کام ملائکہ میں تقسیم فرما دیئے۔

اسی طرح اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطا فرمائے۔ کتب تصوف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کے کتنے طبقے ہیں اور کس کے ذمہ کون کون سے کام ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ آئن سلطنت کا یہ ہی تقاضا ہے پھر ان حضرات کو خصوصی اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں۔ یہ محض ہمارا قیاس نہیں بلکہ قرآن و حدیث اس پر شاہد ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا۔

قال انا رسول ربك لا هب لك غلاما ذكيا (مریمہ ۱۹)

”اے مریم میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ آیا ہوں تاکہ تم کو پاک فرزند

دوں۔“

معلوم ہوا کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں اور گستاخوں کو چاہنے کہ اس میں بھی اعتراض کرے اور اس کام میں مداخلت کرنے والا (Intrusionist) بنے پھر پکا ٹھکا گستاخی کے آڑے میں پھنسے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں

أَخْلَقَ لَكُمْ مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفَخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا
بِإِذْنِ اللَّهِ (آل عمران: 49)

میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتا ہوں تو وہ
خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن الہی بے جان کو جان بخشتے ہیں۔

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجده: 11)

”فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جاندار کو بے جان کرتے ہیں اور ابھی اس
قسم کی بہت سی آیات ملیں گی جس میں خدائی کاموں کو بندوں کی طرف نسبت کیا گیا
ہے۔

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ: 151)

”ہمارے محبوب ان کو پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔“

اور فرمایا

أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (التوبہ: 74)

”ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں۔
مال و اولاد دیتے ہیں تو صحیح ہے کیونکہ آیات نے یہ بتایا لیکن وہ ہی ہوگا کہ یہ حضرات
حکومت الہیہ کے حکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا یہ ہم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت
کے وقت اولیاء اللہ علیہم الرحمہ یا انبیاء کرام علیہم السلام سے مدد مانگنا بھی اسی طرح ہوا
جس طرح کہ بیماری اور مقدمہ میں بادشاہ کی رعایا ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔

اس مستحسن (Meritorious) وضاحت سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و

اولیاء علیہم الرحمہ سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانونی اسلامی اور منشاء الہی کے بالکل مطابق ہے۔ دیکھو معراج میں نماز اولاً پچاس وقت کی فرض فرمائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رہیں۔ خیر یہ کیوں؟ اسی لئے کہ مخلوق جانے کہ نماز پچاس کی پانچ رہیں اس میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔ لہذا اسی بناء پر اگر کوئی مسلمان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا اور مدد مانگے تو یہ جائز ہے اور جو مدد مانگتا یا دعا مانگتا ہے ان کی پوری بھی ہوتی ہے جیسے کہ اکثر اہل عشاق منت مانتے ہیں ان کی پوری ہوتی ہے اور پھر وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مقدس روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے محفل سجاتے ہیں۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ دَلِيلٍ وَلَا نَصِيرٍ ط (البقرہ 107)

”اور تمہارے لئے اللہ کے علاوہ نہ کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار ہے“

لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی ولی اور نہ ہی کوئی مددگار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ منکر (Metaphysician) بننے سے پہلے سوچ لینا ضروری ہے کہ یہ آیت کن کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں بلکہ ولی من دون اللہ کی نفی ہے جنہیں کفار نے اپنا مددگار و ناصر مان رکھا تھا یعنی بت و شیاطین، ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا جیسے انبیاء و اولیاء۔ وائسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہو کر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھر یلو ناصرین سے بچو۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ

إِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ط (طہ: 24)

فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا۔

آپ علیہ السلام نے عرض کیا۔

وَأَجْعَلُ لِي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَرُونَ أَخِي أَشَدُّ بِهِ أَرْزِي (ط 29)

مولیٰ ہارون کو میرا وزیر بنا دے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

ملاحظہ فرمائیں کہ

اللہ تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا۔ بلکہ منظور

فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا سنت انبیاء ہے۔ اسی لئے تو عشاق اولیاء اللہ

علیہم الرحمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر ان سے مدد مانگتے ہیں اور پھر

ان کی حاجات بھی پوری ہوتی ہیں۔

اگر پھر کوئی اعتراض کرے کہ قرآن کریم نے کفار کا کفر یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ

بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔ دیکھو وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے

مانگ کر مشرک ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تم بھی تو مشرک ہوئے۔ بادشاہوں

سے مدد مانگ کر۔ پولیس والوں سے مدد مانگ کر اور اغنیاء سے مدد مانگ کر۔ دیکھو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهَ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (النساء 52)

اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

کتنے عیار و مکار (Insidious) لوگ ہیں کہ مومنوں پر بہتان باندھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر ہوتی ہے جس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس اللہ

تعالیٰ کی مومنوں پر رحمت ہے کہ دیکھو مومنوں پر رزق دیکر اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کو دنیا

میں بھیج کر مسلمان کیا تب بھی رحمت اور اس کو اپنے اولیاء اللہ کا سچا عاشق بنایا پھر بھی

رحمت ہوئی لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بہت سے مددگار بنائے جو مومنوں کی

فریادری کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے عشاق اولیاء اللہ علیہم الرحمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مد مانگتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ زندوں سے تو مد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں مانگ سکتے۔ کیوں زندوں میں مد کی تو طاقت ہوتی ہے مگر مردوں میں طاقت نہیں ہوتی ہے۔ لہذا مردوں سے مد مانگنا شرک ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

قرآن میں ہے

وَإِنَّا كُنَّا نَسْتَعِينُ

”ہم تجھ سے مد مانگتے ہیں“

دیکھو یہ آیت گستاخوں کے نزدیک بھی قابل اعتبار (Credibility) ہے۔

اس آیت میں زندہ اور مردہ کا ذکر یا فرق کہاں ہے۔ کیا زندے ہی کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی یا مردہ کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونا چاہئے۔

دیکھو!

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کے بجائے پانچ کرادیں۔ اللہ تعالیٰ بھی جانتا تھا کہ پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرما کر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔ بزرگوں کے گستاخوں کو چاہئے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ غیر اللہ کی مدد شامل سے ہیں۔

نیز دیکھئے قرآن تو فرما رہا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ ہی جانو؟ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَنَكُنُ

لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ: 104)

”جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔“

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا بھی جائز ہوا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جائیں گے مگر یہ بلا وجہ کی زیادتی ہے۔ اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (روح البیان) اسی حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے، جل جائے، طاعون میں مرے، عورت زچگی کی حالت میں مرے، طالب علم مسافر وغیرہ وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں، باقی سب مردے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ مردہ ماننا لازم آئے گا حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ یہ حضرات مقدسہ حیات کامل زندہ ہیں۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص ولاتدع مع اللہ الہا آخر کی تفسیر میں ہے۔

فحينئذ فليس في الاية دليل على ما زعمه الخوارج من ان
الطلب من الغير حيا و ميتا شرك فانه جهل مركب لان
سؤال الغير من اجراء الله النفع او النصر على يده قد يكون
واجبا لانه من التمسك بالاسباب ولا ينكر الاسباب الا
جحوداً وجهولاً

ترجمہ: ”یعنی یہاں لاندح کے معنی ہیں نہ پوچھو جو لہذا اس آیت میں ان
خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ کچھ
مانگنا شرک ہے۔ خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا
اس طرح کہ رب ان کے ذریعے سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے

کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا منکر یا جاہل۔“

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انکار خارجی کرتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ لادعاء میں پوجنے کی نئی ہے نہ کہ پکارنے یا مدد مانگنے کی۔

لہذا بزرگوں سے مدد مانگنا جائز ہوا اور اسی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے وسیلہ بنا کر مدد مانگنا بھی جائز ہوا۔ اور چونکہ اہل عشاق اس سے خوش و خرم (Blithesome) ہوتے ہیں یہ جان کر کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سادات کرام میں سے ہیں اور ان کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے اور مدد کے لئے پکارنا بھی جائز ہے۔

اگر پھر کوئی یہ کہے کہ بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست و پا ہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا بتوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔ اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ

وَإِنْ يَسْأَلُهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۗ (ان 73)

”اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑانہ سکیں۔“

تو اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی نہیں چھڑا سکتے تو تمہاری کیسے مدد کریں گے۔

لہذا یہ مدد نہیں کر سکتے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح سے کمزور ہو گیا۔ روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی ہے اور قدموں کی آواز سنتی ہے۔

خصوصاً ارواح انبیاء علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ

”ہر پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے“

اور استمداد اولیٰ کی روح سے نہ جسم عنصری سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں۔ نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ 10 آیت ”کلونہ عاما و تخر مونہ عاما کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد و عمر رضی اللہ عنہما نے زہر پیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں زہر کھایا مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہر پیا تھا اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ لہذا اب اثر ظاہر ہوا۔ ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے اگر وہ تصور (Phantasm) کریں مگر اس جانب توجہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو برس بت رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دور نہ کئے تو کیا اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ کمزور ہے کہ اپنے گھر سے نجاست دور نہ کر سکا۔

لہذا معلوم ہوا کہ بعد وفات اولیاء اللہ علیہم الرحمہ مدد بھی کر سکتے ہیں تو اسی بناء پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی مدد کر سکتے ہیں۔

☆ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ: 5)

”ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی اللہ تعالیٰ سے ہی خاص ہے۔ جب غیر خدا کی عبادت شرک ہے تو غیر خدا کی مدد بھی شرک ہوئی۔ لہذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مدد مانگنا کفر و شرک ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کاذب (Mendacious) فرتے والے گستاخ

قرآن سے غلط تاویلات کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں تاکہ ہمارا آبائی اجدادی کام نہ چھوٹ پائے۔ اصل میں اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رب اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں

”إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“ (الانعام 57)

”نہیں ہے حکم مگر اللہ کا“

یا فرمایا گیا

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (البقرہ 255)

”اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں“

پھر حکام کے حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔

یعنی آیت سے مراد حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے یہ عطا ہے الہی نیز یہ

بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔

تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔ بت

پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ ”کالی مائی تیری

دہائی“ وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا

سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی کفر و شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ نہ تو صحابہ

کرام علیہم الرضوان اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود گستاخ۔

دیکھو دنیا میں چند امور آب و تاب (Resplendent) سے جاری ہیں۔

مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے

لے کر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دائی کی مدد سے پیدا ہونے والے

باپ کی مدد سے پرورش پائی۔ استاد کی مدد سے علم سیکھا۔ مالداروں کی مدد سے زندگی

گزاری۔ اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے پھر خصال اور

درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔ گورکن کی مدد سے قبر کھودی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں ایصال ثواب ہوا۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے۔ اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کسی سے مدد اور کس وقت۔ لہذا معلوم ہوا کہ استمداد اولیاء اللہ علیہم الرحمہ مانگنا جائز ہے اور کسی ولی اللہ علیہ الرحمہ کو وسیلہ بنا کر مدد مانگی تو یہ بھی جائز ہے جیسے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مسلمان منت مانتے ہیں اور ان کو وسیلہ بنا کر استمداد و دعا مانگتے ہیں۔ پھر ان کی حاجت بھی پوری ہوتی ہے۔

لہذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مدد مانگنا جائز ہے۔
اللہ تعالیٰ گستاخوں کو راہ ہدایت نصیب فرمائے۔
آمین ثم آمین۔

کیا زیارت قبور کے لئے جانا کفر و شرک ہے اور جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قبر پر چلا جائے کیا اس نے بھی کفر و شرک کیا؟

جواب: زیارت قبور کے لئے جانا جائز ہے اور یہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ لیکن افسوس ناک (Lamentable) بات یہ ہے کہ گستاخ زیارت قبور کو بھی کفر و شرک کہتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو نعوذ باللہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و شرک کیا کہ اپنے والدین کریمین کی قبور پر تشریف لے گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان قبور پر تشریف لے جاتے رہے پھر تابعین پھر تبع تابعین پھر ان سے متصل بزرگ علیہم الرضوان لہذا ان سب نے نعوذ باللہ کفر و شرک کیا اور ان بزرگوں کو اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ زیارت قبور کفر و شرک ہے کہ ہم زیارت قبور کر کے کفر و شرک میں پڑ رہے ہیں۔ اس بات کا علم بھی اب گستاخوں کو ہوا ہے کہ زیارت قبور کفر و شرک ہے پتہ نہیں کس باپ کی نئی شریعت پکڑ رکھی ہے جو کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہے نہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین علیہم الرضوان و علیہم الرحمہ

کے طریقے پر ہے لہذا معلوم ہوا کہ ان کی کوئی نئی شریعت ہے جس میں مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگاریں ہیں۔

مسلمانو!

زیارت قبور جائز و مستحسن ہے اور سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی والدین کریمین کی قبور پر تشریف لے گئے اور صحابہ کرام علیہم السلام رضوان کو بھی زیارت قبور کے لئے حکم فرمایا۔ میں آگے جا کر ان کے حوالہ جات نقل کرتا ہوں لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ گستاخ ہر سفر و زیارت کو تو جائز قرار دیتے ہیں مگر زیارت قبور کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

دیکھئے

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہوتا ہے یعنی حرام کام کے لئے سفر کرنا حرام جائز کے لئے جائز اور سنت کے لئے سنت، فرض کے لئے فرض، حج فرض کے لئے سفر بھی فرض تبھی جہاد و تجارت کے لئے سفر سنت ہے کیونکہ یہ کام خود سنت ہیں۔ روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے کیونکہ یہ زیارت واجب دوستوں کی ملاقات شادی ختنہ میں اہل قربابت کی شرکت اطباء سے علاج کرانے کے لئے سفر جائز کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں۔ چوری ڈیٹی کے لئے سفر حرام کیونکہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرض سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کو دیکھ لو عرس خاص زیارت قبور کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت لہذا اس کے لئے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہوگا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہوگا۔

سفر کے کئی احتمالات (Potentialities) ہیں جو کہ قرآن مجید سے ثابت

ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

”وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ

النَّوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ط (النساء: 100)

جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے لئے اللہ و رسول کی طرف نکل گیا پھر اس کو موت آگئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو گیا۔

دیکھئے

سفر ہجرت ثابت ہوا۔

اور فرمایا گیا

لَا يَلْفِ قُرَيْشٍ إِيْلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ

(قریش: 1، 2)

اس لئے کہ قریش کو میل دلا یا ان کے جائزے اور گرمی کے دونوں سفروں میں دیکھئے

سفر تجارت ثابت ہوا

اور فرمایا گیا

”إِذْ قَالَ مُوسَى لِقَتْلِهِ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا“ (القصص: 60)

اور یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔

دیکھئے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے کسی حکمت (Manoeuvire) کے تحت تشریف لے گئے لہذا مشائخ کرام کی زیارت ملاقات کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

اور فرمایا گیا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَتَحَسَّبُوْا مِنْ يُۤوسُفَ وَاٰخُوْبِهِ وَاَلَّا تَاْيَسُوْا مِنْ

رُوحِ اللّٰهِ" (یوسف 87)

اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور ان کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

دیکھئے!

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاش حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حکم دیا لہذا تلاش محبوب کے لئے سفر ثابت ہوا۔
"حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا"

اِذْهَبُوا بِقَوِيصِيْ هٰذَا فَالْقُوْدُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يٰٓاْتِ بِصِيْرًا

(یوسف 93)

میرا یہ کرتے لے جاؤ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔
دیکھئے

علاج کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا اور بزرگوں کے تبرکات سے منفعت بھی ثابت ہوئی۔

اور فرمایا

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوْسُفَ اَتٰى اِلَيْهِ (یوسف 69)

"پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جلد دی۔
دیکھئے

ملاقات فرزند کے لئے سفر ثابت ہوا۔

فرزند ان حضرت یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا۔

فَاَرْسَلْ مَعَنَا اٰخَانًا نَّكْتَلُ وَاِنَّا لَهٗ لَخٰفِظُوْنَ

ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لائیں گے اور ان کی ضرور حفاظت کریں گے۔

دیکھئے!

روزی حاصل کرنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔

إِذْ هَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ (ط: 24)

فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

دیکھئے

تبلیغ دین کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

اور فرمایا گیا

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ

(آل عمران 137)

کفار سے فرما دو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کفار کا کیا انجام ہوا۔

دیکھئے

جن ملکوں پر عذاب الہی آیا ان کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں ہے

من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله

ترجمہ: جو شخص تلاش علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

حدیث میں ہے

اطلبوا العلم ولو كان با الصين

ترجمہ: علم طلب کرو اگر چہ چین میں ہو۔

کریم میں

طلب کردن علم شد بر تو فرض
وگر واجب است از پیش قطع ارض
ترجمہ: علم کا طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اس کے لئے سفر بھی ضروری ہے۔

دیکھئے

علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

مسلمانو!

لا محدود (Illimitable) آیت کریمہ ہیں جو سفر کرنے پر دال ہیں جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء کرام علیہم الرحمہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا یہ حضرات طیب روحانی ہیں اور ان کے فیوض و برکات مختلف ہیں۔ ان کے مزارات پر پہنچنے سے شان الہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دنیا پر راجع کرتے ہیں۔ اسی سے رزق عبادت پیدا ہوتا ہے۔ ان کے مزارات بھی دعا جلد قبول ہوتی ہے لہذا ان کے مزارات پر جانا بھی ثابت ہوا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر جانا بھی بدرجہ اتم ثابت ہوا اور ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگنا بھی ثابت ہوا کہ بزرگوں کے وسیلے سے دعائیں جلد مقبول ہوتی ہیں۔

اب چند مستند حوالہ جات اطمینان (Deliberation) کے لئے نقل کرتا ہوں جو زیارت قبور پر دال ہیں تاکہ ان سے مسلمان خوب رہنمائی حاصل کر کے شریعت مطہرہ پر عمل کر سکیں۔

حدیث شریف میں ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزورها

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارة القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص 113)

میں نے تمہیں قبوروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیارت قبور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لہذا ثابت ہوا کہ قبروں پر جانا حدیث سے ثابت ہوا اور اس کو کفر و شرک کہے اب اس کو خود فیصلہ کر لینا چاہئے کہ کفر و شرک کون کرتا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں
امام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”ما من رجل يزور قبر اخيه ويجلس عنده الا استأنس ورد
عليه حتى قيوم“

(شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیف باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص 85)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا
دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا
ہے۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ زیارت قبر سے صاحب قبر کو سکون و راحت حاصل ہوتا ہے لہذا وہاں
پر بیٹھنا بھی صاحب قبر کو فائدہ سے خالی نہیں جب خالی بیٹھنا بے فائدہ نہیں تو وہاں جا کر
قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور تسبیح و تہلیل کر کے اس کی روح کو بخشنا کتنا فائدہ دے گا۔
ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

شفاء السقام امام سبکی داربعین طائیف پھر شرح الصدور میں ہے۔

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

انس ما یکون البیت فی قبره اذا زاره من کان یحبہ فی

دارالدنیا

(شرح الصدور بحوالہ از محمد بن اطمینان باب زیارت القبور خلافت ایزدی سوات ص 85)

”قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا پیارا زیارت کو آتا ہے۔“

فائدہ

معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے عزیزوں یا والدین کریمین کی قبروں پر جاتا ہے تو وہ خوش و خرم ہوتے ہیں لیکن جب وہ قرآن کی آیات پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے گا تو وہ کتنا خوش ہوں گے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی احداً کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال سلام علیکم بہا

صبرتم فنعم عقبی الدار

(مشہور بحوالہ ابن منذر و ابن مردویہ زیاریہ جامع الصحیح من مشہورات ملتہ فی الحدیث العظمیٰ قم بیان 58/4)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال احد پر تشریف لے جاتے جب درہ کوہ طور پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے۔ تمہیں ہو تمہارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔

اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ

”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی قبور الشهداء علی راس کل حول فیقول السلام علیکم بہا صبرتم فنعم عقبی

الدار و ابوبکر و عمر و عثمان“

(جامع البیان تفسیر ابن جریر زیاریہ سلام علیکم الخ مطبوعہ مینہ عشر: 84/13)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو اور ابو بکر و عمر و عثمان علیہم الرضوان،

نیز اسی میں ہے کہ

یعنی بعدہ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین نیز بیچناں مکر دند رضی اللہ عنہم
ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اور فاروق اور
ذو النورین بھی ایسا ہی کرتے۔ رضی اللہ عنہم

ایک اور حدیث میں آیا ہے

تفسیر کبیر میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشهداء

راس کل حول فبقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی

الدارہ و الخلفاء الاربعہ ہکذا کانوا یفعدون

(التفسیر الکبیر للرازی، زیر آیہ سلام علیکم مطبوعۃ البیتہ المصریہ مصر 17/45)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور

آیہ مذکورہ پڑھتے اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے۔ رضوان

اللہ علیہم اجمعین۔

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداء کی قبور پر

جانا اور وہاں جا کر آیت پڑھنا ان کے حق میں بہتر تھا اور پھر اسی طرح خلفائے اربعہ علیہم

الرضوان نے بھی کیا لہذا ثابت ہوا کہ قبروں پر جانا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی

اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر جانا بھی جائز ہے جو حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی و لائل النبوة

کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح بطریق ابو معویہ عن الامش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی

اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قال اصاب الناس قحط في زمن عمر بن الخطاب ف جاء
رجل الى القبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول
الله استسق الله لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله صلى
الله عليه وسلم في المنام ف قيل له انت عمر فاقرأه السلام و
اخبره اكم مستقيون

(مسند ابن ابی شیبہ فضائل عمر، رواق القرآن وعلوم اسلامیہ، ج ۱۲/۳۲)

یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب یعنی حضرت
بلا بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار اقدس حضور بلجاء
بیلیاں صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! اپنی امت کے
لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمت عالم
صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر
کے پاس جا کر اسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے۔

فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ پریشانی کے وقت بزرگوں کے پاس جانا صحابہ کرام علیہم
الرضوان کا طریقہ ہے۔ اسی لئے تو صحابی رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں
جا کر اپنی پریشانی عرض کی اور دیکھئے نعوذ باللہ صحابی نے بھی شرک کیا ہے کہ ایک تو جو فوت
ہو گیا اس کے پاس حاضر ہوئے اور دوسرا اس طرح عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ
وسلم اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ تو یہ تو یہ
کیسا شرک ہے کہ صحابی رسول ہو کر ان کے پاس گئے جو فوت ہو گیا۔ اتنا بڑا شرک صحابی
نے کیا۔

ارے میں کہتا ہوں یہ شرک نہیں صحابی کا عقیدہ تھا کہ پریشانی کا حل صرف حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ہی حل ہوگا۔ اسی لئے دربار مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی ظاہر کی لہذا معلوم ہوا کہ پریشانی کے وقت بزرگوں کے قدموں میں حاضر ہو کر وسیلہ مانگنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ اسی لئے اہل عشاق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں۔

☆ امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتہمید میں سنت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا
فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام

(شرح الصدور بحوالہ التہمید لابن عبدالبر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص 84)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔

☆ ابن ابی الدنیا و بیہقی و صالحونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی و غیر ہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام و عرفہ

و اذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام

(شعب الایمان حدیث 9296 دارالکتب العلمیہ بیروت 17/7)

جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے

میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور اسے سلام کرتا ہے میت اسے جواب سلام دیتا ہے۔

☆ امام عقیلی علیہ الرحمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی

قال قال ابو ذرین یا رسول اللہ ان طریق علی الموتی فہل
من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیہم: قال قل السلام
علیکم یا اهل القبور من المسلمین و المؤمنین انتم لنا سلفا
و نحن لکم تبع تبعنا وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال
ابو ذرین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولكن لا
یسطیعون ان یجیبوا

(کتاب الصغناء، الکبیر مترجم 1573 دارالکتب العلمیہ بیروت 19/4)

یعنی ابو ذرین رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا
راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں۔
فرمایا: یوں کہہ، سلام تم پر اے قبر والو! اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے
ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو ذرین نے
عرض کی یا رسول اللہ! کیا مردے سنتے ہیں۔ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

فائدہ

حقیقی (Intrinsic) طور پر قبور کے پاس سے گزرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ ان
پر سلامتی کے لئے دعا کہہ دینا بھی کافی ہے اور ان کو سلام پیش کرنا اور پھر ان کا جواب دینا
بھی ثابت ہوا۔

معلوم ہوا کہ مردے زندے ہوتے ہیں اسی لئے تو جواب دیتے ہیں اور اہل
عشاق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مزار پر انوار پر جا کر سلام پیش کر کے پھر
وسیلہ دیکر دعائیں مانگتے ہیں پھر ان کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

☆ ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں عطف مخزومی کی خالہ سے راوی ایک دن میں
نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام و
نشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام آیا۔

جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا۔

”من ینخرج من تحت القبر اعرفه كما اعرف ان الله خلقني و كما اعرف الليل و النهار“

(دلائل النبوة: باب قول الله لا تحسبن الذين: دارالکتب العلمیہ بیروت 308/3)

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے پہچانتا ہوں جیسے یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح دن اور رات کو پہچانتا ہوں۔

☆ ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع سے راوی قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة و یوما قبله و یوما بعده

(شعب الایمان حدیث 9301 دارالکتب العلمیہ بیروت 18/7)

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے اپنے زاروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس سے بعد۔

☆ طبرانی معجم اوسط میں عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے راوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبور پر تشریف لائے اور فرمایا

”والذی نفسی بیدہ لا یسلم علیہم احداً لا ردوا الی یوم القیامة“

(شرح الصدور بحوالہ المعجم الاوسط باب زیارة القبر خلافت اکیڈمی سوات ص 85)

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا۔ جواب دیں گے۔

☆ بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کر کے تصحیح کی۔ یعنی حاکم بھی اوپر والی حدیث کو ذکر کر کے صحیح ثابت کرنے والے (Justificatory) ہیں۔

☆ حاکم مستدرک میں بافادۃ صحیح اور بیہقی دلائل النبوة میں بطریق عطاقت بن خالد

مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی

”اللهم ان عبدك و نبيك يشهدان هؤلاء شهداء وانه من

زارهم اوسلم عليهم الى يوم القيامة ردواعليه“

(المستدرک للحاکم کتاب المغازی دارالمنیر بیروت 29/3)

”الہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو

ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔“

فائدہ

ملاحظہ فرمائیے کہ

اگر قبور پر جانا کفر و شرک ہے تو سب سے پہلے (نعوذ باللہ) انہی گستاخوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ ان کا کہنا کہ قبور پر جانا کفر و شرک ہے تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفر و شرک کر رہے ہیں اور دیکھئے پھر کیسے شرک (نعوذ باللہ) کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا جو ان کی زیارت کو آئے گا ان پر سلام

کرے اور یہ جواب دیں گے یعنی زیارت قبور احد بھی دعوت دے دی۔

تیاہی بات جناب والا یہ سب شرک و کفر آیا۔

ارے میں کہتا ہوں یہ کفر و شرک نہیں بلکہ قبور پر جانا میرے ^{مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ} و سلم کی سنت مبارکہ ہے اور جو اس کو کفر و شرک کہے گا اب وہ فیصلہ خود کریں کہ ہم کفر و شرک کر رہے ہیں یا سنت پر چل رہے ہیں۔ لہذا اسی سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین علیہم الرحمہ کے مزارات پر جانا جائز ہے پھر جب مزارات پر جانا جائز ہے تو حضرت امام جعفر

صادق رضی اللہ عنہ کی قبر پر جانا کیسے ناجائز ہو جائے گا۔ اور جوان کے مزارات پر جانے سے منع کرتے ہیں اور غلط بیانی (Falsification) سے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے مکر و فریب میں ڈال کر روکتے ہیں وہ یقیناً مسلمانوں کو ایک اچھے فعل سے منع کرتے ہیں کیونکہ قبور کی زیارت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور گستاخ بھی یہ ہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ سنت کو ترک کر دیں۔ حاشا للہ: عشاق اس مستحسن فعل کو مرتے دم تک ترک نہیں کریں گے بلکہ جب تک زندگی باقی ہے۔ اپنے بزرگوں کے حضور حاضر ہو کر وسیلہ پیش کر کے دعائیں مانگتے رہیں گے۔ اے ابا عبد اللہ علیہم الرحمہ سے فیض حاصل کرتے رہیں گے۔

عظاف کہتے ہیں

میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھا مے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا جواب بنا اور آواز آئی "واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا" خدا کی قسم! ہم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے سوار ہوئی اور واپس آئی۔

(احادیث صحیحہ کتاب المذازی دار الفکر بیروت 29/3)

امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی۔

مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارت قبور احد کو لے گئے۔ جمعہ کا روز تھا صبح ہو چکی تھی آفتاب نہ نکلا تھا۔ میں اپنے باپ کے پیچھے تھا۔ جب مقابر کے پاس پہنچے انہوں نے باوا ز کہا:

"سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"

جواب آیا

وعلیکم السلام یا ابا عبد اللہ

باپ نے میری طرف مڑ کر، دیکھا اور کہا کہ
اب میرے بیٹے تو نے جواب دیا؟ میں نے کہا نہ، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی
داہنی طرف کر لیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا دو بارہ ویسا ہی جواب ملا۔ تیسری بار کیا پھر وہی
جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر میں گر پڑے۔

(ابن ابی عمیر، باب قول اللہ لا تحسن الذین دار الکتب العلمیۃ بیروت 3/309)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

الحدیث ولفظہ عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الجبانۃ ،
يقول السلام علیکم ایہا الارواح الفانیۃ والا بدان البالیۃ
والعظام النخرة التي اخرجت من الدنیا وهی باللہ المؤمنۃ ،
اللهم ادخل علیہم روحا منک و سلاما منک

(کتاب من ایوم، لمیۃ باب ما یقول اذا خرج ان المقابر حدیث 593 نور مداح المطابع کراچی ص 198)

حدیث: ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس
کے الفاظ یہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے تم پر سلام ہو
اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور کلی ہوئی بڈیو!

جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے، اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے

آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔

فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے جاتے تھے۔
لہذا ثابت ہوا کہ قبرستان میں جاؤ۔ یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔
گستاخوں کو چاہئے کہ اب تو محاسبہ نفس (Introspection) کریں اور بزرگوں کے

پاس حاضری کے قائل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق اور عشق اولیاء عطا فرمائے۔
آمین۔

☆ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی
انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اهل القبور اخبار ما
عندنا ان نساء کم قد تزوجن و دیار کم قد سکنت و اموالکم
قد فرقت فاجابه هاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا
ان ما قد مناہ فقد وجدنا ہ وما انفقنا فقد ر بحناہ و ما
خلفناہ فقد خسرناہ

(شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارة القبور خلافت ایزدی سوات ص 87)
یعنی ایک بار امیر المؤمنین بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کر کے فرمایا،
ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے اور
تمہارے گھروں میں اور لوگ بے۔ تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ اس پر کسی
نے جواب دیا اے عمر ابن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے
جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور جو راہ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو
پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جب بھی قبور پر سے گزرتے تھے تو سلام
کرتے تھے۔ اسی لئے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بقیع پر گزرے تو ان پر سلام
پیش کیا۔

۱۲ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب

سے راوی

قال دخنا مقابر المدينة مع عی ابن ابی طالب فنادی یا
 اهل القبور السلام علیکم ورحمته الله تخبرونا باخبارکم
 تریدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعلیک السلام
 ورحمة الله وبرکاته یا امیر المؤمنین اخبرنا عما کان
 بعدنا فقال علی رضی الله عنه اما ازواجکم فقد تزوجن و
 اما اموالکم فقد اقتسمت و اولادکم فقد حشروا فی زمرة الیتامی
 والبناء الذی شیدتم فقد سکن اعداءکم فهذه اخبار ما
 عندنا فما عندکم فاجابه میت فقد تحرقت الاکفان
 وانتشرت الشعور و تقطعت الجلود وسالت لا حداق علی
 الخدور وسالت منا خیر بالقیح والصدید و ما قدمناه ربحناه
 و ما خدقناه خسرناه و نحن مرتھون بالاعمال

(شرح الصدور بحوالہ تاریخ ابن عساکر باب زیارة قبور خاندان پیغمبر ص ۱۸۷)

یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہم کاب مقابر مدینہ منورہ میں داخل
 ہوئے۔

حضرت مولا علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے
 یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ میں نے
 آواز سنی کسی نے حضرت مولیٰ کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر
 المؤمنین! آپ بتائیے ہمارے بعد کیا نثری؟ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ
 نے فرمایا تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال سو وہ بٹ گئے
 اور اولاد یتیموں کے گروہ میں انھی اور وہ تعمیر جس کا ہم نے استحکام کیا تھا۔
 اس میں تمہارے پاس کیا خبر ہے۔ ایک مرد نے عرض کی کہ کفن پھٹ

گئے بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پزے پزے ہو گئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گنداپانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

ابن عسا کرنے ایک طویل حدیث روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا۔ بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ اس پر عاشق ہو گئی ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔ جوان نظر نہ فرماتا ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہوا لیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آہ کریر زبان سے نکلی۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذْهُمْ مُّبْصِرُونَ (201/7)

”ڈروالوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔“

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کینر کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے۔ کہا بتادے نا چار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا، مردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المومنین! رات تھی پھر امیر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔ آگے لفظ حدیث یوں ہیں۔

فقال عمر يا فلان ولبن خاف مقام ربہ جنتن فاجابه الفتى

من داخل القبر يا عمر قد اعطانيهار بي في الجنة مرتين

(کنز العمال بحوالہ حدیث 4634: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 17/2-516)

یعنی امیر المومنین نے جو ان کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں!

جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں جو ان

نے قبر میں سے آواز دی اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دو بار عطا

فرمائی۔

فائدہ:

ان سے معلوم ہوا کہ قبور پر جانا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے اور جو گستاخ

اپنے آپ کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا دیوانہ کہتے ہیں ان کو چاہئے کہ گمراہی

(Frowardness) کو چھوڑ کر صحیح معنوں میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے پر

چلیں۔ منافقانہ چال چھوڑ دیں۔

☆ اب چند اقوال ذکر کرتا ہوں جو باقاعدہ حاضری قبور پر دال ہیں۔

مسک متقط میں ہے۔

ذكر العلامة فضل الله بن الغوري من اصحابنا ان البداءة

بقبة العباس والختم بصفية رضى الله تعالى عنها اونی لان

مشهد العباس اول ما ينقى الخارج من اللد عن يمينه فبجا

زوته من غير سلام عليه جفوة فاذا سلم عليه وسلم عسى

من يربه اولاً فيختم بصفية رضى الله تعالى عنها منى

رجوعه كما صرح به ايضاً كثير من مشايخنا الخ

(مسک متقط فصل في الختم ايم مقامه بالمدينة الخ دار الكتب العربي بيروت ص 345)

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصحیح فرمائی کہ

زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہا سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے۔ جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے تو واپسی مزار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ختم کرے جیسا کہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی۔ الخ

☆ جذب القلوب میں تشریح (Interpretation) کے ساتھ عبارت منقول

ہے۔

متاخرین علماء اختلاف کرده اند کہ ابتداء زیارت کہ کند طائفہ بر آئند بہ زیارت حضرت عباس کند و ہر کہ ہوے در یک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زیرا کہ اسبل و اقرب است و از پیش ایشاں در گزشتن و زیارت دیگران متوجہ شدن نوع از جفا و سوئے ادب باشد

(جذب القلوب باب فضل متبع بقیع مشی نولشور نمینو 187)

علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتدا کس سے کرے۔ ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ قبہ میں جو اہل بیت ائمہ آرام رضوان اللہ علیہم آرام فرمائیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اور اقرب ہے اور ان کے آگے سے بغیر سلام گزر جانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہو جانا ایک قسم کی لاپرواہی اور بے ادبی ہے۔ الخ

اسی میں ہے

محصل کلام بعضے از علماء آں است کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ عنہ و عن من بعد و بعد ازاں بہر کہ پیش آید زیرا کہ ہر کر ابادنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن و جائے دیگر رفتن از عالم مروت و حفظ طریقہ ادب

بغایت ووراست: قال بعضهم وهو مقصد صالح لا يضر معه
عدم رعاية الافضل و الاشرف الخ

(جذب القلوب باب در فضائل مقبر بقیع منشی نوکشا رکعتو 188)

بعض علماء کے کلام کا ما حاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور قبہ میں ان کے
ساتھ والوں سے ابتداء کرے اور اس کے بعد ہر پہلے آنے والے کو سلام کرتا جائے
کیونکہ کسی ادنیٰ شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروت اور
حفظ ادب سے بعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل و
اشرف کی عدم رعایت مفسر نہیں۔ الخ

☆ امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا

و یا نسون ان اتی المقابر

جب زائر مقابر پر آتے ہیں مردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

☆ امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسام زیارت میں فرمایا ایک قسم کی زیارت

اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے
ثابت ہے۔

جذب القلوب میں فرمایا

زیارت گا ہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین

حالتیکہ میت را بود در وقت کہ یکے از آشنایان اور زیارت قبر اور کند و احادیث

دریں باب بسیار است

(جذب القلوب باب پانزدہم منشی نوکشا رکعتو ص 213)

زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لئے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ

میت کے لئے سب سے زیادہ انس کی حالت وہ ہوتی ہے جب اس کا پیارا آشنا اس کی

زیارت کے لئے آتا ہے۔ اس باب میں احادیثیں بہت ہیں۔

☆ شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں۔ درمیان قبور سائر مومنین و ارواح ایشاں نسبت خاصی است ستر کہ بدان زائران رومی شناسد و در سلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات۔

(جذب القلوب: باب چہارم دہم: فشی نو لکشور لکنؤوس 206)

تمام مومنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اسی سے زیارت کے لئے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات مستحب ہے۔

المعات واشعة اللمعات و جامع البرکات میں تسکین وہ (Gratifying) عبارت منقول ہے۔

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روز جمعہ علم و ادراک بیشتر از آنچه دادہ می شود در روز ہائے دیگر تا آنا کہ می شناسد زائر بیشتر از روز دیگر (اشعة اللمعات باب زیارت القبور فصل 1 نوریہ رضویہ سکہ 716/1)

الفاظ اشعة اللمعات کے ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم و ادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روز جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے۔

تیسیر میں زیر حدیث (من زار قبر ابو یہ) کے تحت نقل فرمایا۔

”هذا نص فی ان البیت یشعر من یزوره والا لما صح تستمیتہ

زائر او اذا لم یعلم المزور بزیارة من زاره لم یصح ان یقال

زاره هذا هو المعقول عند جمیع الامم“

تیسیر شرح جامع سیر تحت من زار قبر ابو یہ مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعویہ

(420/2)

یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اسے زائر کہنا صحیح

نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائے جب اسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ملاقات کی۔ تمام عالم اس لفظ سے یہی معنی سمجھتا ہے۔

☆ شرح الصدور و طحاوی حاشیہ مراقی میں وضاحت (Obviousness)

سے نقل ہے۔

الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور

وسمع سلامه و انس به ورد عیبه و هذا عام فی حق الشهداء

و غیرهم و انه لا تقویت فی ذلك

(النہایہ شرح نہدیہ باب بھانئز کتبہ مدو یہ مدیہ المنزہ 1073)

احادیث اور آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مرنے والے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اس کا

نام سنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء وغیر شہداء سب

میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

☆ امام ابن الحان مدخل میں امام ابو عبد اللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینتہ

النجا اہل الاتجا فی زیارات الشیخ ابی النجا سے ناقل تحقیق لذوی البصائر

والاعتبار ان زیارة قبور الصالحین محبوبہ لاجل التبرک مع الاعتبار

فان برکة الصالحین جاریة بعد مماتہم کما کانت فی حیاتہم

(المدخل فصل فی زیارة القبور، والتمہیہ العزیز بیروت 249:1)

اہل بصیرت و اعتبار کے نزدیک محقق ہو چکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض

تحصیل برکت و عبرت محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال

بھی جاری ہیں۔

☆ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در

قبور خود مانند تعرفہائے شان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبد القادر

جیلانی رضی اللہ عنہ و دو کس دیگر، را از اولیاء شمرده مقصود حصہ نیست آنچه خود

دیدہ و یافتہ است

(کشف العطاء، فصل دہم زیارت قبور مطیع احمد، دہلی، ص 80، اشعة اللمعات، باب زیارة القبور، تصحیح کما رکضہ

(715/1)

ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیات دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ شیخ معروف کرخی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما اور دو اولیاء کو شمار کیا۔

(شیخ عقیل منجی، بسہی اور شیخ حیاة ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالیٰ)

ان کا مقصد ہر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔

☆ امام ابن حجر مکی پھر شیخ محقق پھر شیخ شروع مشکوٰۃ میں فرمایا

صالحاں را مدد بلیغ است بہ زیارت کنند پان خود را بر

اندازہ ادب ایشان

(اشعة اللمعات، باب زیارت القبور، مکتبہ نوریہ، رسویہ نمبر 720/1)

سالمین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی سب پناہ مدد فرماتے ہیں۔

امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک قبور و سیاء کی زیارت

کے جواز (Authorization) میں فرمایا۔

ولهذا ينتفع بزيارة قبور الابرار و الاستعانة من نفوس

الاخیر

(شرح مقاصد الحج الرابع، مدارک الجزیات عندنا، دار معارف النعمانیہ، 11/2/43)

ان کے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت منع دیتی ہے۔

نور الشیخ، سلام امام فخر الدین رازی سے ناقل

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس اور اتعلقی خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را و بسبب این دو تعلق حاصل می شود میان هر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض می شود و اگر برعکس بود برعکس شود

(کشف العظام، فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص 80)

جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحب قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہو جاتا ہے اب اگر صاحب قبر زیادہ قوت والا ہوتا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور برعکس ہے تو برعکس ہوتا ہے۔

☆ مولانا جامی قدس سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمۃ

اللہ تعالیٰ سے ناقل

”درویشے از شیخ سوال کرد کہ چون بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چه احتیاج است بسر خاک رفتن، چه در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے بہاں باشد کہ بسر خاک، شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکے آنکہ چون بزیارت کسے مے رود چند آنکہ می رود توجہ او زیادہ می شود چوں بہ سر خاک رسد نفس مشاہدہ کند خاک اور اس او نیز مشغول اومی شود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر باشد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہاں اورا یکے است ابا ماں موضع تعلق بیشتر بود اھ ملخصاً

(نخات الناس: ترجمہ ابوالکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی مہدی توحیدی پور طبران ص 440)

ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ روح کو ہے اور عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وہی فائدہ

ہوگا جو کہ قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کی زیارت کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس کی قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اس کے حواس بھی اس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ پورے ظاہر و باطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کے لئے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لئے ایک ہے مگر اس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔

☆ شرح الصدور میں مثل قومین سابقین میں ترمیمی (Emendatory) حوالے سے ذکر ہے۔

”قد شرع صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبونه من ینسم ویعقل“

(شرح الصدور باب زیارة القبور خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص 94)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

☆ مسلک متوسط و مسلک متعصب و اختیار شرح مختار فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”واللفظ ملاخیرین فانہ اسبط (الفاظ اخیرین کے ہیں اس لئے کہ یہ زیادہ مبسوط ہیں) کہ بعد زیارت سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بھرہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے۔

”جزاک اللہ عنا افضل ما جزى اما ما عن امة نبیہ و لقد

خلقته باحسن خلف و سلکت طریقة و منها جہ خیر

مسلک و قاتلت اهل الردة و البدع و مهدت الاسلام و وصلت

الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصر الالهه حتى اتاك اليقين“

(فتاویٰ ہندیہ: مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: نورانی کتب خانہ پشاور 1/266)

آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزا و عوض نیک دے بہتر اس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بے شک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ و طریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحمی فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے۔

پھر بیٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض

کرے۔

جزاك الله عنا افضل الجزاء و رضى عننا و تخلفك فقد نصرت للاسلام و المسلمين حيا و ميتا فكفلت الایتام و وصلت الارحام و قوی بك الاسلام و كتب للمسلمين اما ما مرضيا و هاديا مهديا جمعت شملهم و اغنيت فقيرهم و جبرت كيسيرهم (حوالہ سابقہ)

اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے اور ان سے راضی ہو جنہوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی مدد فرمائی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے آپ نے ان کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

☆ امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء میں لفظی بحث

(Logomachy) کے طور پر نقل کیا۔

”الدعا عند قبور الصالحين و التشفع بهم معمول به عند

علمائنا المحققين من ائمة الدين“

(المدخل: فصل في زيارة القبور: دار الكتاب العربي بيروت: 249/1)

قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔

☆ لباب و شرح لباب و اختیار و فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

”واللفظ للاولين فانه اتم“ (الفاظ پہلی دونوں کتابوں کے ہیں کیونکہ وہ زیادہ کامل ہیں) بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادۃ سلام و ذکر آثار السلام عرض کرے۔

”جزا كما الله عن ذلك مرافقته في جنة وايانا معكما.

برحمته انه ارحم الراحمين و جزا كما الله عن الاسلام

واهلہ خیر الجزاء جننا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم زائرین نبینا و صدیقنا و فاروقنا و نحن نتوسل

بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع لنا الی ربنا“

(المسلك المتقطع مع ارشاد الساری: باب زیارة سید المرسلین: دار الكتاب العربي بيروت ص 340)

اللہ تعالیٰ آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی۔

بے شک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے۔ اللہ آپ دونوں کو اسلام و

اہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی (علیہ السلام) اور اپنے صدیق (رضی اللہ

عنه) اور اپنے فاروق (رضی اللہ عنہ) کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

☆ مرزا مظہر صاحب نے ملفظات حضرت ایشاں میں دلکش

(Picturesque) جملہ ارشاد فرمایا

”سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمته اللہ علیہ بحال

زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند“

(ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں، مطبع مجتہائی دہلی، ص 83)

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمته اللہ علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں

کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے جمعات میں لکھا۔

”امروز اگر کسی را مناسبت بروح خاص پیدا شود و از انجا فیض بردار و غالباً

بیرون نیست از آنکہ این معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت

حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، یا بہ نسبت حضرت غوث

الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ و آنکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث

خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ ولے محبت آں بزرگ بسیار

دارد و بر قبر وے بسیاری، رود، و ابن معنی سلسلہ جنبان از جہت قابل گشتہ

است و آں بزرگ را ہمت تو یہ بودہ است در تربیت منتسباں خود و آں ہمت

ہنوز در روح ولے باقی است و این معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است“

(جمعات، جم 11، اکادمیہ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد پاکستان، ص 63)

آج اگر کسی کو کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً

اس سے باہر نہ ہوگا کہ یہ معنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا

حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ اس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔ یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وہ ہمت روح میں اب بھی باقی ہے۔ یہ معنی فاعل کی جانب سے محرک بنا۔

☆ جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں منور (Effulgence) عبارت نقل فرماتے ہیں۔

”بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ) بتقریب زیارت مزار شریف یہ بلدہ محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید زیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفائے تمام از رہ حانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت و از کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را کہ ب حضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند“

(مکتوبات امام ربانی: مکتوب: 297 نئی نولکھنؤ لکھنؤ 413/1)

”حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا۔ عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لئے گیا۔ مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدس روحانیت سے کامل التفات رونما ہوا اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔“

ہذا شاہ ولی اللہ انفاس العارفين میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ

الرحمہ کا حال لکھتے ہیں۔

”دو سال کم و بیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبدالقادر قدس سرہ متوجہ
مے شد و ذوق این راہ از آنجا پیدا کرد“

(انفاس العارفين مترجم اردو شیخ ابراہیم کردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص 386)

کم و بیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے۔ اس دوران آپ اکثر سید
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کو مرکز توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے
آپ کو راہ معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔

ہذا اسی میں حضرت میر ابو العلی قدس سرہ کے ذکر مبارک میں لکھا۔

”بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند و از
آؤنجناب دل ربایہا یافتند و فیضہا گرفتند“

(انفاس العارفين مترجم اردو: میر ابو العلی: اسلامک فاؤنڈیشن لاہور ص 69)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ
ہوئے۔ اس بارگاہ سے خاص لطف و کرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔

ہذا اسی میں اپنے نانا ابو الرضا محمد سے نقل کیا۔

”می فرمودند یک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ را در یقطہ دیدم اسرار
عظیم در آن محل تعلیم فرمودند“

(انفاس العارفين مترجم اردو: حصہ دوم شیخ ابو الرضا محمد ص 194)

فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بیداری میں دیکھا۔
اس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔

☆ شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں استمداد و التجاء کے حوالے سے کہا۔

”بزیارت قبر ایشان رود و از آنجا انجذاب در یوزہ کند“

(ہمعات: ہم: 18 کاویہ شاہ ولی اللہ حیدرآباد ص 34)

ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔

☆ مرزا صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیاء در یوزہ فیض جمعیت کن الخ

(کلمات طیبات: نصح و وصایا مرزا صاحب: مطبع مجبائی دہلی: ص 89)

مزارات اولیاء کی زیارت سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔

فوائد

ان سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ علیہم اللہ کے پاس حاضر ہو کر بھیک مانگنا بزرگوں کا طریقہ ہے۔ جب اولیاء اللہ علیہم الرحمہ کے پاس حاضر ہو کر بھیک مانگنا جائز ہے تو پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہونا اور پھر وہاں بھیک مانگنا کیسے ناجائز ہوگا۔ اور پھر کیسے کفر و شرک ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ گستاخ ابھی تک غلط فہمی میں مبتلا (Misapprehensive) ہیں ان کو چاہئے کہ سچے دل سے توبہ کریں ورنہ خود کفر و شرک میں مبتلا رہیں گے۔

اعتراض

آپ نے جو اعتراض کے جواب سابقہ میں یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف لے گئے۔ اس کو تو کسی حدیث سے ثابت نہیں کیا لہذا تمہارا والدین کریمین کی قبروں پر دلائل احادیث مبارکہ بیان نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف نہیں لے گئے لہذا ثابت ہوا کہ کسی بھی شخص کی قبر پر جانا ناجائز اور شرک ہے۔

اور پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قبر پر جانا کیسے جائز ہوگا لہذا اللہ کی قبر پر جانا بھی ناجائز و شرک ہوا۔

جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف لے گئے۔ خیانت

(Malversation) تو خود کر رہے ہو کہ احادیث کو چھپا رہے ہو یوں تو بڑے دعوے کرتے ہو کہ قرآن و احادیث مبارکہ سے دلائل دکھاؤ۔ کیا تمہیں ان احادیث مبارکہ کا علم نہیں ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف لے گئے۔

نہیں معلوم تو پھر سنئے مسلم شریف میں کتاب الجنائز (فصل فی الذہاب الی زیارة القبور) صفحہ نمبر 314 پر منقول احادیث مبارکہ ہے۔

”عن ابی ہریرۃ قال زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہ فبکی و ابکی من حولہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم استاذنت ربی فی ان استغفر لہا فلم یؤذن لی واستاذنتہ فی ان ازور قبرہا فاذن لی فزوروا القبور فانہا تذکر کم الموت“

(صحیح مسلم فصل فی الذہاب الی زیارت القبور، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی نمبر 1 ص 314)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور آپ کے گرد کھڑے لوگ بھی روئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تھی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ پھر ان کی قبر کی زیارت کے لئے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دیدی گئی۔ پس قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی واستاذنتہ ان ازور قبرہا فاذن لی“

(صحیح مسلم فصل فی الذہاب الی زیارت القبور، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی نمبر 2 ص 314)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی پھر اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی۔“

فائدہ

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر انور پر تشریف لے گئے لہذا معلوم ہوا کہ تمہارا ناجائز شرک کہنا باطل ہے اور تم خود ہی اس شرک میں پھنسے ہو کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبریں پر تشریف لے گئے۔ اس کو نہ ماننا خود ہی شرک میں پھنسنا ہے۔

لہذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ قبور پر جانا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک ہے تو یہ کیسے ناجائز و شرک ہو سکتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جانا بھی کفر و شرک ہے بلکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر جا کر حاضری دنیا ایسی لازوال (Inexhaustible) نعمت ہے کہ جس سے فیض حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کر کے دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ اگر پھر بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے اولیاء اللہ سے دشمنی رکھے اگرچہ وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی دشمنی رکھے تو اس کے لئے سخت وعید ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث قدسی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

”من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب رواه الامام البخارى

عن سيدنا ابى هريرة رضى الله عنه“

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی 1/963)

نومبر کے کسی ولی سے دشمنی باندھے، میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔

اسے امام بخاری نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

لہذا اے گستاخو اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے دشمنی چھوڑ دو اور اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ سے
سچی عقیدت رکھو تا کہ تمہیں ایمان کی اصل لذت نصیب ہو جائے اور تم سچے مومن بن
جاؤ۔

اللہ تعالیٰ اولیاء سے سچی محبت نصیب فرمائے اور کفر و شرک سے نجات عطا
فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم
نوٹ: میرا یہ موضوع نہیں لیکن قارئین کے ذہنی خدشے کو دور کرنے کے لئے
وضاحت کر رہا ہوں۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ گستاخی پیدا ہو کہ جو سابقہ احادیث مبارکہ نثری ہیں کہ جس
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لئے
استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں دی“ اس جملہ سے یہ ثابت نہ کرے کہ وہ
مومن نہ تھیں یا اللہ تعالیٰ نے استغفار سے کیوں روکا“

الجواب: اس کا جواب یہ ہے کہ غیر معصوم کے حق میں استغفار کرنا اس کے گناہ گار
ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے یعنی اگر آپ اپنی والدہ کے لئے استغفار کرتے تو کسی شخص کو یہ
وہم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے کوئی گناہ کیا ہوگا یا مومنہ نہ ہوں گی
جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ
محترمہ کے متعلق کوئی شخص یہ وہم نہ کر سکے۔ یہ سوال نہ کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کی والدہ شرک پر فوت ہوئی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے
استغفار کی اجازت چاہتے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کو شرکین کے لئے استغفار سے منع کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ (توبہ: 113)

نبی اور مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔

یہ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور والدہ کی زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ یا فتح مکہ کے بعد کی ہے۔

اہل سنت و الجماعت بریلوی کا یہ مسلک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور امہات مومنین ہیں اور ان میں سے کسی کا خاتمہ کفر شرک پر نہ ہوا۔ ان میں سے کوئی کسی بدکاری میں ملوث نہ رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

علامہ سیوطی نے مسالک حنفاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں اہل اسلام کے تین نظریات پیش کئے ایک یہ کہ آپ کے والدین کریمین اہل فطرت سے تھے اور تمام اہل فطرت نجات یافتہ ہیں اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مکلف ہی نہ تھیں اور غیر مکلف کے لئے استغفار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کے تمام آباء اور امہات مومن ہیں اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی تاکہ معصیت کا وہم پیدا نہ ہو۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ واضح ہے۔

اور ایک وجہ یہ کہ استغفار کی اجازت اس لئے نہیں ملی کہ وہ بے گناہ ہیں گناہ گار تو وہ ہوتا ہے جس کو شرعی احکام پہنچیں اور وہ ان کی مخالفت کرے ان کی شریعت کے احکام پہنچے ہی نہیں اسی لئے بچے کی نماز جنازہ میں دعائے مغفرت نہیں ہوتی۔ رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر یہ فرمانا وہ محبت فرزند کی جوش سے ہے کہ آج وہ زندہ ہوتیں تو ہماری اس شان کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی فرماتیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین

کریمین ایمان والے تھے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔
لہذا اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ قبور پر جانا سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہے۔ اسی لئے تو عشاق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جاتے ہیں اور
وہاں وسیلہ پیش کر کے دعائیں مانگتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے
وسیلے سے پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اولیاء اللہ علیہم الرحمہ سے سچی عقیدت
اور ان سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

اہم نکتہ:

آج کل جو لوگ کوئٹوں کو ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں ان کو اس فعل سے توبہ کرنی
چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا تو یہ اپنے فاسد
قیاسات کر کے اس عظیم الشان امر سے مسلمانوں کو کیوں روکتے ہیں۔

مسلمانو!

یہ پر فتن دور ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی سے کچھ نہیں ہم اپنے کام سے کام
رکھتے ہیں۔ چاہے سنی یا شیعہ یا وہابی یا دیوبندی ہو تو میں کہتا ہوں کہ یہ ان کی بہت بڑی
غلط فہمی اور غیر معقول (illogical) بات ہے کیونکہ حق اور جھوٹ کو ظاہر کرنا ہے کہ کون
حق پر ہے اور کون جھوٹا ہے اور کون 73 فرقوں میں سے ایک فرقہ جنتی ہے۔

الحمد للہ مسلک اہل سنت و الجماعت بریلوی حق پر ہیں اور وہ قرآن و حدیث پر عمل
کرنے والے ہیں اور بزرگوں سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام و صحابہ کرام علیہم الرضوان و
اولیاء عظام علیہم الرحمہ سے پیار کرنے والے اور ان کو ماننے والے ہیں۔ لہذا اہل سنت
جماعت بریلوی کو لازمی پکڑ لو یہی جماعت حق اور سچ پر ہے اور گستاخوں سے دور رہیں
تا کہ اپنا ایمان اور دین سلامت لے کر دنیا سے روانہ ہوں۔ شریعت نے ان گستاخوں
کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میل جول سے منع فرمایا ہے۔

میل جول سے ممانعت پر دلیل ملاحظہ ہو۔

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مرضوا فلا تعودوہم و ان ماتوا فلا تشهدوہم و ان لقیتمہم فلا تسلموا علیہم ولا تجالسوہم ولا تشاء بوہم ولا تاکلوہم ولا تناکحوہم ولا نصلو علیہم ولا تعلموا املہم“

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو“۔ (مسلم شریف)

اس حدیث کو ابو داؤد نے حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر اور عقیل و ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ رضی اللہ عنہم (انوار الحدیث ص 70)

لہذا مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کے ساتھ تعلقات دین میں ضرر رساں ہیں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تمام رسموں میں میل ملاپ سے منع فرمایا لہذا ضروری ہے کہ سواد اعظم جماعت کا دامن پکڑ لو اور وہ سواد اعظم اہل سنت و الجماعت بریلوی ہے تاکہ ہم اپنا ایمان اور دین سلامت لے کر اس دنیا سے رخصت ہوں اور ہماری قبر و حشر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سلامت رہے۔

آخری التجاء اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں:

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ ان بے ادب (illbred) لوگوں سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو کہ مسلمانوں کو گمراہی کی طرف لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہ مقدسہ میں قبول و منظور فرمائے اور

میرے شفیق والدین و اساتذہ کرام و پیر و مرشد و بھائیوں اور خصوصاً جنہوں نے مجھے دعا کے لئے اور اس رسالے کے لکھنے پر زور دیا ہے کے سنگ مدینہ منورہ و مکتہ المکرمہ کی زیارت عظیمہ نصیب فرمائے اور ہم تمام کی بے حساب مغفرت اور جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں عرض کر کے قلم بند کرتا ہوں۔

یا الہی مغفرت کر مجھ و سب و بے کس و مجبور کی

دور ہوں سب مشکلیں مجھ و سب بے کس و مجبور کی

یا الہی نزع کی سختیوں سے بچنے کی آرزو ہے مجھ و سب بے کس مجبور کی

ایمان پہ خاتمہ و شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو مجھ و سب و بے کس و مجبور کی

مؤلف

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری القادری

شاہ جمال

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلا رشریف

الحمد للہ عزوجل 22 ربیع الثانی 1432 ہ مطابق 27 مارچ 2011

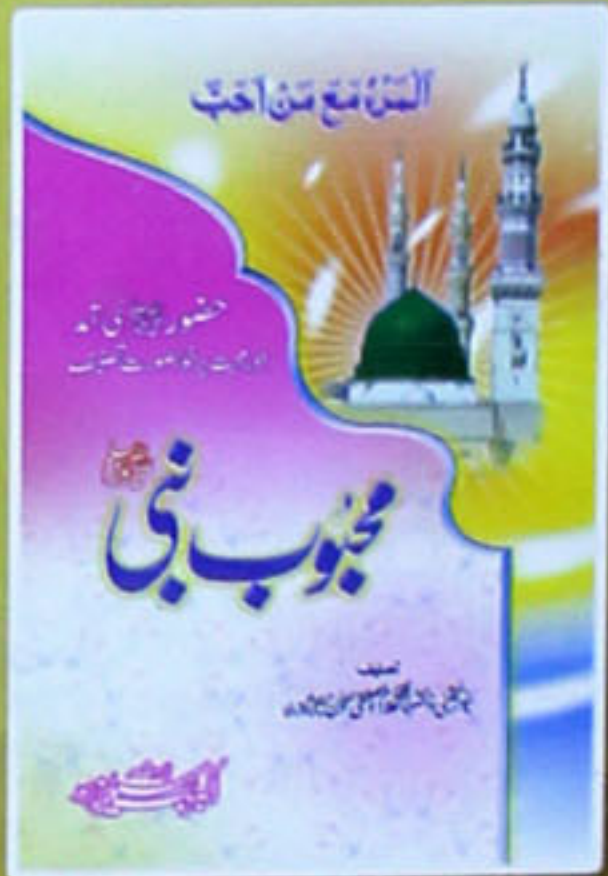
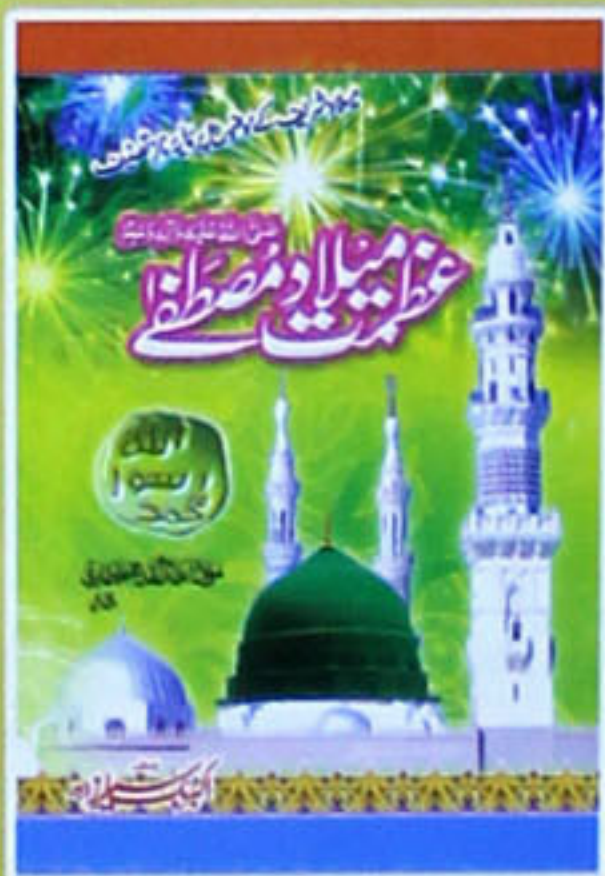
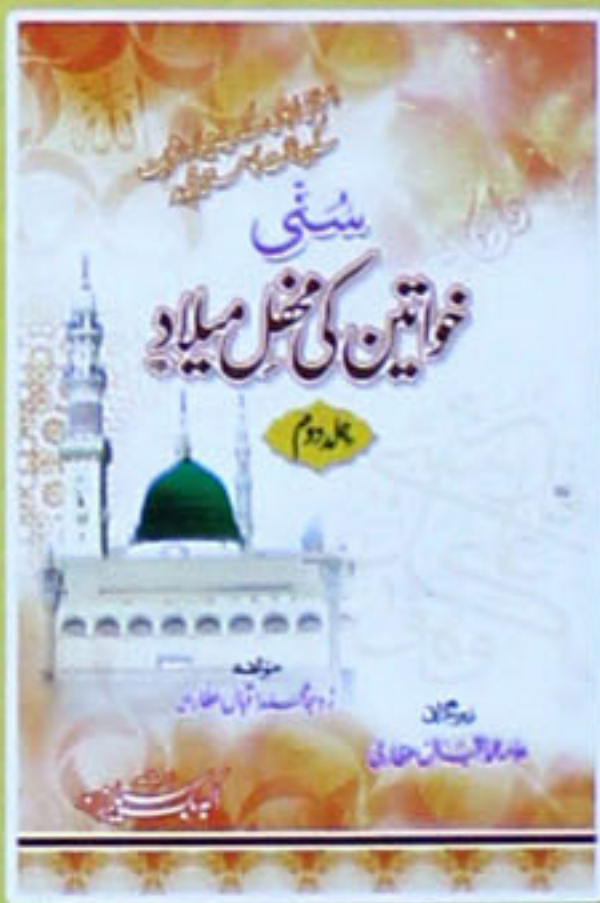
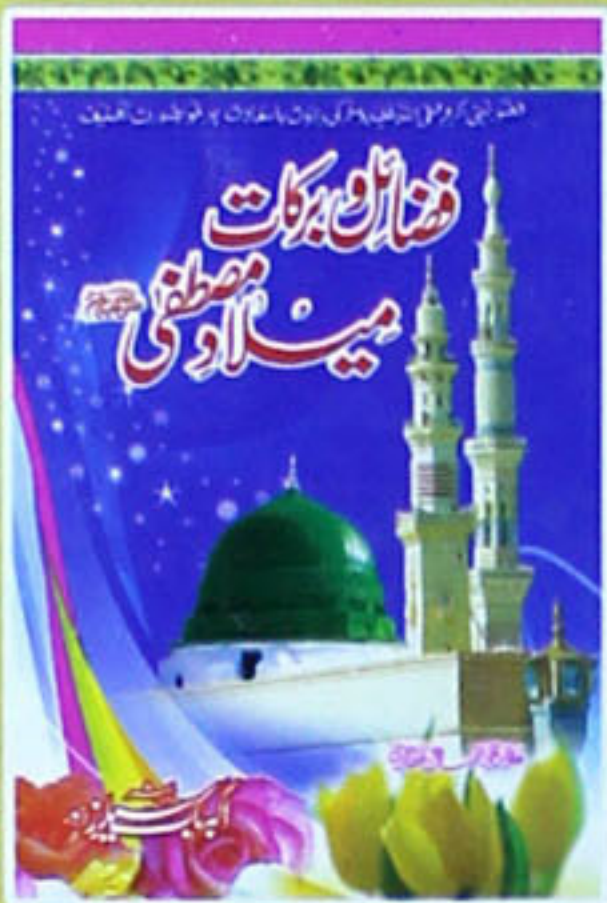
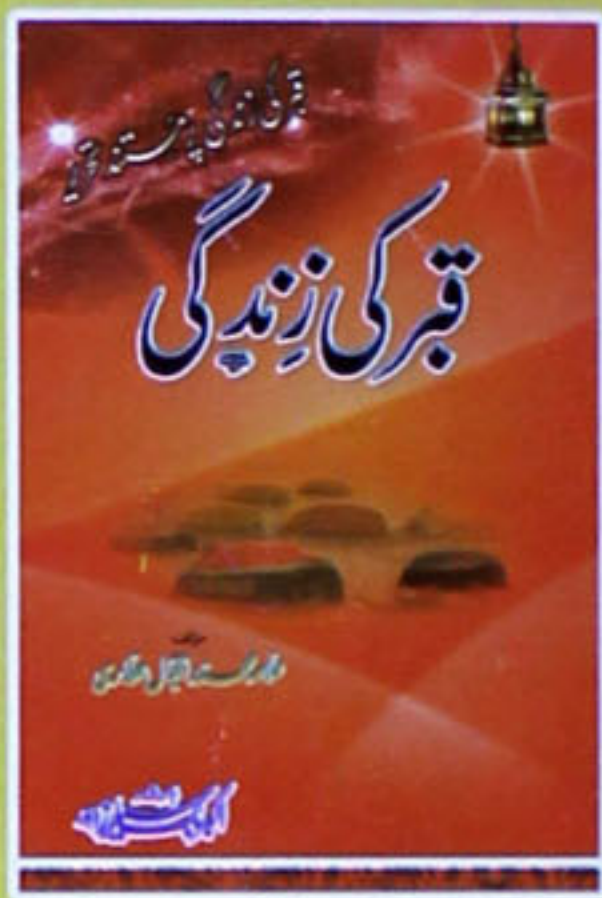
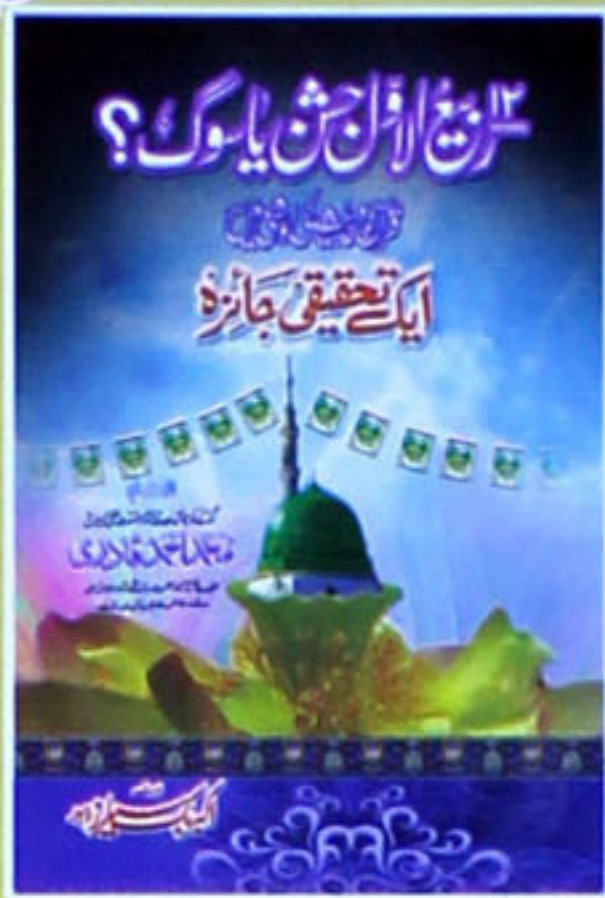
(بروز اتوار شام 01:47 پر اختتام کیا)

(نوٹ) کتاب کی مزید ترمیم کرنے کے اصرار پر دو بارہ بروز جمعوت المبارک الحمد للہ عزوجل

برمطابق 3 ربیع الاول 27 جنوری 2012ء بوقت دن 09:31 پر اختتام کتاب کیا۔

بلا بلا بلا بلا بلا

ہماری
چند دیگر مطبوعات



اکبر پبلشرز

زینت سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022